۹۲

سلسلۂ مطبوعات مکتبۂ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

مرتبہ

سید محمد ایم۔ اے

۷۸۶
۴۹۲

سلسلہ مطبوعات مکتبہ ابراہیمیہ

گلشن گفتار

شعرائے اردو کا قدیم ترین تذکرہ

تصنیف

خواجہ خاں حمید اورنگ آبادی

مرتبہ

سید محمد ایم اے

طبع اول　　مطبوعہ خورشید پریس یوسف بازار نیایل　　قیمت ۲ ار

فہرست مندرجات

٤٨٦
٣٩٢

مُقدمہ

جس طرح اردو شاعری کی بنیاد فارسی شاعری پر رکھی گئی اور اس کے نمونوں کو پیش نظر رکھ کر اردو میں بھی تمام اصناف سخن کی تکمیل کی گئی۔ اردو میں تذکرہ نویسی کا رواج بھی فارسی ہی کی تقلید میں ہوا۔ شعرائے فارسی کے جو تذکرے ایران میں تصنیف ہوئے ان سے قطع نظر ہندوستان میں بھی فارسی شاعری کے چرچوں کے ساتھ اس زبان کے شاعروں کے متعدد تذکرے لکھے گئے جب فارسی زبان کو سرکار دربار کی سرپرستی اور مسلمان امرا و علما کی اسلام دوستی یا ایران پسندی کے باوجود ہندوستان میں زوال ہونے لگا اور ہندو مسلمانوں کے باہمی میل جول سے جو زبان عالم وجود میں آئی تھی روز بروز فروغ پانے لگی تو اردو شاعری کا جو پودا سرزمین دکن میں لگایا گیا تھا خوب پھلنے پھولنے لگا۔ اور چند ہی دنوں میں ایسا تناور درخت ہو گیا کہ اس کی شاخیں ہندوستان کے طول و عرض میں پھیل گئیں۔

اردو ادب اور بالخصوص اردو شاعری کو جو ترقی اور وسعت ابتداءً دکن میں ہوئی اس کو دیکھتے ہوئے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دکن میں بہت عرصہ پہلے شعراء کے تذکرے لکھنے کا بھی چرچا ہوگا۔ عادل شاہی اور قطب شاہی

درباروں میں اردو کی سرپرستی اور بیجاپور، گولکنڈہ اور گجرات میں اردو شاعروں کی قبولیت عامہ کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ان شاعروں کے کئی تذکرے لکھے جاتے مگر اس وقت تک ایسی معلومات صحت و وثوق کے ساتھ حاصل نہیں ہوئیں اور نہ قدیم ترین اردو شاعروں کے تذکروں کا پتہ چلا ہے۔ اس وقت عام طور پر میر تقی کے "نکات الشعرا" کو اردو کا سب سے پہلا تذکرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس تذکرے کا سنہ تالیف خود مولف نے تو کہیں نہیں بتایا مگر اس کا غائر مطالعہ کرنے سے اس کے سنہ تالیف کا تعین ممکن ہے اس کے مختلف بیانات اور دوسرے ذرائع معلومات کے باہمی مقابلے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کی تالیف ۱۱۶۵ھ میں ہوی۔ نکات الشعرا کے علاوہ دوسرا تذکرہ فتح علی گردیزی کا ہے یہ بھی اسی سن میں لکھا گیا ہے ان میں اول الذکر تو کسی ناقص قلمی نسخے سے نقل کرکے انجمن ترقی اردو (اورنگ آباد) نے شایع کردیا ہے اور ثانی الذکر ابھی تک شایع نہیں ہوا اس کا ایک مخطوط کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد) میں موجود ہے ایک تیسرا تذکرہ جو مذکورہ بالا تذکروں کے صرف تین سال بعد تالیف ہوا وہ "مخزن نکات" مولفہ قائم چاندپوری ہے اور دو تذکروں چمنستان شعرا (۱۱۷۵ھ) اور گلزار ابراہیم (۱۱۹۸ھ ہجری) پر بارہویں صدی ختم ہو جاتی ہے۔

یہ حالت موجودہ یہی اردو کے قدیم تذکروں کا ذخیرہ ہے یہ تمام تذکرے جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے بالکل فارسی تذکروں کی تقلید میں لکھے گئے ہیں۔ فارسی کی تقلید کا اثر اس قدر غالب ہے کہ یہ تمام تذکرے اردو شاعری کے ہونے

لہ چمنستان شعرا اور تذکرہ گردیزی کے دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ بعض جگہ حالات شعرا میں اور اکثر جگہ اشعار میں مطبوعہ نسخہ سراسر تحریفوں سے بھرا ہوا ہے ۱۲

کے باوجود فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں ان سے اردو شاعری کے آغاز وارتقاء عہد بہ عہد کی تبدیلیوں اور مختلف دوروں کے میلانات وخصوصیات وغیرہ پر کوئی بصیرت افروز روشنی نہیں پڑتی اور وہ تمام چیزیں جو کسی ملک کی شاعری کی تاریخ میں پائی جانی چاہئیں تقریباً مفقود ہیں اکثر وبیشتر صورتوں میں تذکرہ نویسوں نے شاعروں کے نام معمولی حالات زندگی اور پیدائش و وفات کی تاریخیں بھی توجہ اور صحت سے بیان نہیں کیں۔ تذکرہ نویسی کا زیادہ تر مقصد یہ ہوتا تھا کہ مختلف شاعروں کے پسندیدہ کلام اور عمدہ اشعار کا ایک گلدستہ مرتب کر دیا جائے۔ بعض قدیم اور اکثر متاخر تذکرہ نویسوں نے بالکل تذکرہ نویسی کے اصل مقصد سے ہٹ کر مختلف شاعروں کے اشعار اپنی بیاض میں نقل کر لیے اور اشعار سے پہلے بطور تعارف چند فقرے شاعر کی نسبت اضافہ کر دیے۔ پس اسی کا نام تذکرۃ الشعرا رکھ دیا۔

تذکرے کی ترتیب اکثر حروف ہجا کے سلسلے پر ہوتی ہے۔ بعض نے اس کا بھی لحاظ نہیں رکھا اور بغیر کسی خاص ترتیب کے مختلف مقامات اور مختلف دوروں کے شعرا کا یکے بعد دیگرے حال لکھ دیا ہے۔ مذکورہ بالا تمام تذکروں میں صرف ایک "مخزن نکات" ایسا تذکرہ ہے جس کے مولف نے سلیقے سے اردو شاعری کے تین دور قرار دئے ہیں اور متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے تین طبقے قایم کر کے ہر طبقے کے شعرا کو پیش کرنے سے پہلے اس پر ایک سرسری سا نوٹ بھی تحریر کیا ہے۔ شمس العلما پروفیسر محمد حسین آزاد مرحوم نے اپنے تذکرے "آب حیات" میں بالکل اسی کی نقل کی ہے اور تقریباً قایم چاندپوری ہی کے

نوٹوں کو پھیلا کر اپنے تذکرے کے پہلے تین دوروں کی تمہید مرتب کی ہے۔ تذکروں کے ان نقایص کے با وجود موجودہ حالات میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ متعلمین ادبیات اردو انہی کے منتشر بیانوں سے تاریخی اسناد کا کام لیں۔ ان تذکروں کو من و عن شایع کردیا جائے تو ان کے مطالعہ اور باہمی تقابل تطابق سے اردو شاعری کی تاریخ مرتب کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ تذکرہ نویسوں نے اکثر صورتوں میں شاعروں کے حالات کی بجائے اُن کی مبالغہ آمیز تعریف کی ہے اور کہیں کہیں بے لاگ تنقید اور مفید رائے بھی لکھدی ہے مبالغہ آمیز تعریفوں سے قطع نظر کرکے ایسی رایئوں اور تنقیدوں سے بھی بہت کچھ استفادہ کیا جاسکتا ہے نیز اردو مطابع کی خرابی اور غلط سلط سستے دیوانوں کی اشاعت نے قدیم شعرائے اردو کے کلام کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اور مشہور اساتذہ کے کلام میں اس وقت جو تعریفیں اور الحاقی اشعار نظر آتے ہیں ان کی صحت و درستی میں بھی ان تذکروں سے بڑی مدد مل سکتی ہے کیونکہ ہمارے تذکرہ نویسوں کا مطمح نظر زیادہ تر اچھے کلام کو جمع کرنا تھا۔

ان صفحات میں جس تذکرے سے روشناس کرایا جارہا ہے وہ اسی سلسلہ کی نہایت اہم کڑی ہے اور موجودہ تذکروں میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے سب سے قدیم تذکرے نکات الشعرا اور تذکرہ فتح علی گردیزی کے ساتھ ۱۱۶۵ھ میں تالیف ہوا ہے[1] اس کا نام گلشن گفتار مصنف کے اعلیٰ ذوق اور پاکیزہ وجدان کی

---

[1] یہ تذکرہ ہمیں مولوی علی رضا صاحب ماہر شیرازی لکچرار فارسی سٹی کالج کی عنایت سے ملا تھا جس کی نقل لیکر اس کو شایع کیا جارہا ہے ۱۲

زبان حال سے تعریف کر رہا ہے داخلی شہادتوں کے علاوہ اس کے سن تالیف کی توثیق ذیل کے قطعہ تاریخ سے جو مولف کے دیباچے میں مندرج ہے غیر مشتبہ طور پر ہوتی ہے۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کر کے دل کہا "گلشن بزم گفتار ہے"

دادین کی عبارت سے بحساب جمل (۱۱۶۵) برآمد ہوتے ہیں۔

صاحب تذکرہ نے نہ تو اپنا حال لکھا ہے اور نہ اپنے کلام کا انتخاب پیش کیا ہمیں دوسرے ذرایع سے بھی اس کا حال نہ معلوم ہو سکا۔ گلشن گفتار کے دیباچے اور متن کے بعض حصوں میں ضمناً اس نے اپنا جو ذکر کیا ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام خواجہ خاں اور تخلص حمید ہے۔ باپ کا نام ترکتاز خاں قوی جنگ اور دادا کا یکہ تاز خاں تھا وہ عارف الدین خاں عاجز کا تربیت یافتہ اور شاگرد ہے ان کے فارسی اور اردو دیوان اسی نے مرتب کیے تھے اور اس کا ذوق شاعری بالکل عاجز کا مرہون منت ہے خود اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"ازانجا کہ ایں احقر با ایشان (عارف الدین خاں عاجز) محبت تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں ہ اکثر قصاید بے نقط وغیرہ معہ غزلیات دیوان ترتیب دادہ و اشعار متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب ساختہ"

جہاں تک داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے خواجہ خاں حمید اورنگ آباد کا باشندہ تھا اور وہاں کے کسی امیر خاندان سے تعلق رکھتا تھا

عاجز کے ذکر سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ جب وہ اورنگ آباد خجستہ بنیادؔ
میں اقامت گزیں ہوے ان سے اس کی راہ و رسم پیدا ہوی
علاوہ ازیں برہان پور کے ایک شاعر مرزا ابدال بیگ سے اپنے
تعلقات بیان کرتے ہوے کہتا ہے کہ "از نجباے ولایت، باشندۂ
برہان پور واز مدتے و رفاقت احقر ہستند" اسی طرح عبدالولی
عزلت کے ذکر میں لکھتا ہے کہ "در ایام آصف جاہ نظام الملک
بہ خجستہ بنیاد آمدہ" اس کا یہ طرز تحریر اس کے اورنگ آبادی
ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا سکتا ہے اس سے زیادہ ہمارے
ذرائع معلومات سے اس کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔ دیباچے
کے قطعہ تاریخ اور چند ادبیات حمد و نعت (جن میں بعض دوسرے مشہور
شاعروں کے بھی ہیں) کے سوا سارے تذکرے میں صرف ایک جگہ "از ریختہ
احقر خواجہ خاں" کہہ کر یہ شعر لکھا ہے :۔

زلف خم ہو کے لٹک جہان کے سب کان میں رات
مو بمو کھول کہے حال پریشان میرا

دیباچے ہی میں "تعریف تالیف" کے ایک ذیلی عنوان سے
شعر و سخن کی تعریف کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ وہ بچپن سے شعر کا
شیدائی تھا جب کبھی دنیا کے مکروہات سے تھوڑی سی فرصت
مل جاتی شعرائے سلف کے کلام کے مطالعہ سے خوش دل ہوتا

اور اکثر و بیشتر اپنے دل و دماغ کو شاعرانہ ماحول میں رکھتا اسی ذوق سخن نے اسے تذکرہ نویسی پر ابھارا۔ فارسی کے سخن طراز اردو کے متعدد تذکرے موجود تھے اور اس موضوع پر قلم اٹھانا تحصیل حاصل تھا اس لیے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے کا ارادہ کیا اس کے طرز بیان سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی نے اردو شاعروں کا تذکرہ لکھنے پر توجہ نہیں کی وہ اپنے تذکرے کو اردو شعرا کا پہلا تذکرہ بتاتا ہے وہ میر تقی اور فتح علی گردیزی کے تذکروں سے قطعاً بے خبر ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس زمانہ میں ایک سن کی دو تصنیفوں کے مصنفوں کا بروقت ایک دوسرے سے واقف ہونا محال نہیں تو بعید مشکل ضرور تھا۔ وہ میر تقی کی تذکرہ نویسی سے قطع نظر ان کی شاعری سے بھی بالکل ناواقف ہے۔ غالباً اس زمانہ (۱۱۶۵ھ) میں میر تقی کی شاعری کے اصلی جوہر چمکے نہیں تھے انھیں دلی اور اس کے قرب جوار کے مقامات کے سوا دکن اور ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں ابھی کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی تھی۔

گلشن گفتار اگرچہ بہت مختصر تذکرہ ہے اور اس کے ہمعصر تذکروں کے مقابلہ میں اس کی فہرست مندرجات میں تیس سے زیادہ شاعروں کے نام نہیں لیکن اپنے زمانہ تصنیف اور بعض خاص اطلاعات کی بنا پر نہایت اہم اور مفید ہے اس کے تیس شاعروں میں سے سترہ دکن کے شاعر بتائے گئے ہیں ایک کے متعلق ہمیں شبہ ہے اور سولہ بلاشک و شبہ خاص دکن کے شاعر ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن کے ذکر سے دوسرے تمام تذکرے خالی ہیں یا ہلکی

اور اس کے مضافات کے جو شاعر اس تذکرہ میں پیش کیے گئے ہیں وہ اردو کے ابتدائی شاعر ہیں اور آب حیات کے دور دوم و سوم سے تعلق رکھتے ہیں

قدیم شعرائے دکن کی نسبت اول تو موجودہ تذکروں میں بہت ہی کم مواد ملتا ہے کیونکہ ان کے مصنف اکثر شمالی ہند کے باشندے ہیں اور وہ شعرائے دکن کے حالات و کمالات شاعری سے تقریباً بے خبر ہیں۔ صرف ایک چمنستان شعرا کے سوا جس کا مصنف اورنگ آباد کا باشندہ تھا، میر تقی فتح علی گردیزی اور قایم چاندپوری کی اس خصوص میں تمامتر معلومات سید عبدالولی عزلت کی بیاض اور چند زبانی روایتوں پر منحصر ہیں۔

جس وقت میر تقی اور فتح علی گردیزی اپنے تذکرے تالیف کر رہے تھے سید عبدالولی عزلت بہ سلسلہ سیاحت دہلی میں وارد تھے اور اپنے شاعرانہ ذوق کی وجہ سے باوجود اجنبی ہونے کے دہلی کے مشاعروں وغیرہ میں برابر شریک ہوتے تھے اور وہاں کے شعر گویوں میں بڑی ہردلعزیزی حاصل کر لی تھی۔ میر تقی نے تو بالکل انکی بیاض کے متفرق اشعار اپنے تذکرے میں نقل کر لیے ہیں اور ان متفرق اشعار کا اپنے عہد کے شاعروں کے کلام سے مقابلہ کر کے تحقیق و تجسس کی زحمت اٹھائے بغیر یہ رائے دیدی کہ "اگرچہ ریختہ در دکن است چوں از انجا یک شاعر مربوط برنخواستہ لہذا شروع بنام انہا نہ کردہ"

شعرائے دکن کی نسبت تذکروں کی ناقص معلومات کے مدنظر گلشن گفتار کی اطلاعات اس لحاظ سے کہ اس کا مولف خود دکن کا باشندہ تھا اور اکثر

دکنی شاعروں سے شخصی طور پر واقف تھا زیادہ مستند و معتبر ہیں۔ جن دکنی شاعروں کا ذکر دوسرے تذکروں میں قطعاً مفقود ہے ان کے متعلق اس تذکرے کے بیانات سے اہل تحقیق کو بڑی مدد مل سکتی ہے۔ چنانچہ عادل شاہی دربار کے ملک الشعرا ملا نصرتی کا چمنستان شعرا کے سوا کسی اور تذکرے میں ذکر نہیں۔ گلشن گفتار سے یہ اطلاع حاصل ہوتی ہے کہ وہ مدمالت ہندی (گلشن عشق) کا مصنف تھا اور دربار شاہی سے اس کو ملک الشعرا کا خطاب ملا تھا۔ ولی اورنگ آبادی کے ذکر سے قدیم اور جدید کوئی تذکرہ خالی نہیں مگر تقریباً ہر ایک دوسرے سے کسی نہ کسی بات میں اختلاف رکھتا ہے۔ باوجود اس کثرت معلومات کے اب تک ولی کی نسبت بہت سی باتیں حل طلب ہیں کلیات ولی کے فاضل مرتب مولوی احسن مارہروی نے بڑی تلاش و جستجو کے ساتھ دیوان ولی کے متعدد نسخوں کے مطالعہ اور مقابلہ اور کم و بیش تمام مطبوعہ اور بعض غیر مطبوعہ تذکروں کے بیانات پر محققانہ نظر ڈال کر جو کلام اس کے نام سے منسوب کیا ہے اور جو حالات اس کے بیان کیے ہیں۔ دونوں میں بہت سے شبہات پیدا ہوئے ہیں اور بعد میں مختلف اصحاب نے جو تحقیقاتیں کی ہیں ان سے بہت سی نئی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ اب تک بھی کئی چیزوں کو بالکل منفصلہ اور مسلمہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ ولی کے نام کے متعلق تذکروں میں شدت سے اختلاف ہے بعض صاحبان تذکرہ نے اس کا نام ولی اللہ بتایا ہے۔ بعض نے شمس الدین ولی اللہ۔ چمنستان شعرا میں محمد ولی لکھا ہے اور گلشن گفتار میں ولی محمد۔ یہی دو نام موجودہ تحقیقات میں زیادہ

قرین قیاس تسلیم کیے گئے ہیں۔ گلشن گفتار میں بعض اور تذکروں کی طرح ولی کو احمد آبادی لکھا ہے مگر یہ تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ اورنگ آبادی تھا ولی نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ گجرات ہی میں بسر کیا۔ وہ احمد آباد میں توطن اختیار کر چکا تھا اور اس کا انتقال بھی وہیں ہوا۔ اپنے اشعار میں اکثر جگہ گجرات کا اس شیفتگی کے ساتھ ذکر کرتا ہے کہ گویا وہ اس کا اصلی وطن تھا کسی سفر میں ایک مثنوی تمام و کمال سورت گجرات کے فراق میں لکھی ہے جس کے ایک ایک شعر سے اس شہر کے ساتھ اس کی محبت ظاہر ہوتی ہے غالباً اس بنا پر گلشن گفتار اور دوسرے تذکروں کے مولفوں نے اس کو احمد آبادی اور گجراتی سمجھ لیا ہے۔ ولی کے متعلق ایک خاص اطلاع جس کا کسی اور تذکرے میں بالکل ذکر نہیں یہ ہے کہ اس نے ایک عرصہ تک برہان پور میں بھی قیام کیا تھا۔ ولی کی طالب علمانہ زندگی پیرزادہ سید معالی کے ساتھ اس کی دوستی محبت اور عمر طبعی کو پہنچ کر گجرات میں انتقال کرنے کے واقعات بھی موجود ہیں ولی کے ہم عصر اور بالخصوص اس کے ہم مجلس شعرا کا ذکر کسی تذکرہ میں بھی نہیں "گلشن گفتار" میں اس کے دو شاگردوں کا حال درج ہے اور یہ ایک بالکل نئی اطلاع ہے ولی نے اپنے اشعار میں بعض دوسرے شاعروں کے تخلص کے اظہار کے ساتھ کبھی کبھی ان کے شعروں کی تضمین بھی کی ہے اور اس بنا پر بعض شاعروں کو صاحبان تذکرہ نے اس کے معاصرین بتایا ہے۔

چنانچہ ولی نے ایک جگہ اشرف کے ایک مصرع پر تضمین کی ہے ؎

اشرف کا یہ مصرع ولی مجھ کو خوش آیا ہے عجب
الفت ہے دل و جان کو مرے یم نگر سوں

چمنستان شعرا کے مولف نے اس کو نقل کر کے محض قیاساً لکھدیا ہے کہ "اشرف از معاصران ولی است چنانچہ ولی جائے مصرع او رتضمین می نماید"
گلشن گفتار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشرف گجرات کا باشندہ اور ولی کا شاگرد تھا اس کا کلام نواح گجرات میں بہت مقبول تھا۔ بڑا رنگین طبع شاعر تھا۔ اس کا دیوان مدون ہو چکا ہے ولی کا دوسرا شاگرد محمد رضی رضی ہے۔ یہ بھی گجراتی اور احمد آباد کا باشندہ ہے۔ اشرف اور ولی دونوں ایک ساتھ مشق سخن کیا کرتے تھے اور اکثر ایک ہی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔ بطور نمونہ دونوں کا جو کلام اس تذکرے میں نقل کیا گیا ہے وہ بھی ہم طرح غزلیں ہیں غالباً ولی کی کلیات میں بھی ایک غزل اسی زمین میں ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزلیں کسی مشاعرے میں پڑھی گئی تھیں یا اپنے استاد کی تقلید میں دونوں شاگردوں نے بھی اسی زمین میں طبع آزمائی کی ہے۔
ڈاکٹر سید محی الدین زور قادری ایم اے پی ایچ ڈی (لندن) کو جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں دکھنی مرثیوں کا ایک بڑا مجموعہ ملا ہے اس پر آپ نے جو محققانہ مقالہ تحریر کیا ہے وہ رسالہ اردو ۳۵ء میں شایع ہو گیا ہے۔ آپکی تحقیقات میں اشرف اور رضی دونوں کے مرثیے بھی معلوم ہوئے ہیں۔ اشرف کے تیرہ مرثیے ہیں اور کل اشعار کی تعداد (۱۳۵) ہے (۱۹) شعر کا ایک فارسی مرثیہ بھی ہے۔ ڈاکٹر زور قادری نے ان مرثیوں کا مطالعہ کر کے یہ رائے لکھی ہے کہ اڈنبرا کے مجموعہ مراثی میں جن شاعروں کے مرثیے ہیں ان میں اشرف اول درجہ کے مرثیہ گویوں میں شمار ہونے کا مستحق ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ اس کی مرثیہ گوئی کا سارے دکن میں شہرہ تھا۔ ایک جگہ کہتا ہے:۔

کہیا ہوں بے بدل یو مرثیہ جب سوا ماموں کا
ہوا مشتاق ہر اک شاعر ملک دکن میرا

رضی کے بھی اس مجموعے میں (۹) مرثیے ہیں جن کے اشعار کی مقدار (۸۷) ہے۔ رضی نے اپنے مرثیوں میں خواجہ حافظ شیرازی کی بعض غزلوں کو تضمین بھی کیا ہے اس کے بعض مرثیے غزل کی وضع کے ہیں۔ مرثیوں میں غزلیت کا انداز بتاتا ہے کہ وہ ضرور ایک غزل گو شاعر تھا۔

ہمارے پاس ابھی اس بات کے تسلیم کرنے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ یہ اشرف اور رضی بلاشبہ وہی ہیں جو ولی اورنگ آبادی کے شاگرد تھے کیونکہ محولہ بالا مجموعہ میں کوئی تاریخی شہادت ایسی نہیں کہ ان کے زمانہ حیات کا تعین کیا جا سکے یا ان کے حالات اور مقام سکونت وغیرہ کا پتہ چل سکے گجرات میں بھی زمانہ قدیم سے گولکنڈہ اور بیجاپور کی طرح غزل، قصیدہ مثنوی کے ساتھ مرثیہ گوئی کا رواج تھا خود ولی سے بھی چند مرثیے منسوب ہیں ان حالات میں اس کا قوی امکان ہے کہ یہ مرثیہ گو اشرف اور رضی وہی ہیں جو ولی کے شاگرد تھے۔

ایسے دکنی شاعروں میں جو کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں چار شاعر (۱) سید اعظم اعظم (۲) میر محمد قایم قایم (۳) میر محمد کامل کامل اور (۴) مرزا ابدال بیگ ابدال برہان پور کے ہیں۔ برہانپور اورنگ آباد سے قریب کسی زمانہ میں اردو شاعری کا ایک مرکز رہ چکا ہے۔ اس وقت تک

یہاں کی بزم شعرا کا کوئی علم نہیں۔ صرف اس تذکرے میں ان چار قدیم شاعروں کے ذکر سے گمان ہوتا ہے کہ اس مقام کا بھی اردو شاعری کی نشو و نما میں کوئی حصہ ہے۔ برہان پور کے ان شاعروں میں کامل بڑا مرثیہ گو و قصیدہ گو تھا جامعہ اڈنبرا کے کتب خانہ میں قایم نے بھی تین مرثیے ہیں جنمیں کل (۷۹) ابیات ہیں۔ ڈاکٹر زور قادری کا بیان ہے کہ تینوں مرثیے اچھے ہیں اور شہادت کے تفصیلی واقعات بیان کرنے میں میرانیس کی طرح اس نے بھی مکالمے کی طرز اختیار کی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ قایم برہان پوری ہو۔

ایلچ پور یا ایرچ پور (برار) کے دو شاعروں رسا اور وفا کا بھی اس تذکرے میں ذکر ہے اول الذکر کسی اور تذکرے میں مذکور نہیں وہ بالا پور متصل ایلچ پور میں رہتا تھا وہیں اس نے انتقال کیا اور اس کا مزار بھی اسی مقام پر ہے اس کا دیوان مرتب ہو گیا تھا۔ آخر الذکر کا ذکر چمنستان شعرا میں برائے نام اور تحفۃ الشعرا مولفہ افضل بیگ قاقشال میں ذرا تفصیل سے ملتا ہے۔ گلشن گفتار اور تحفۃ الشعرا کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام آقا امین یا آقا محمد امین ہے۔ اس کے والد کا نام حکیم محمد نقی خاں تھا۔ اور وہ امیر الامرا سید حسین علیخاں کی صوبہ داری کے زمانہ میں امارت کو پہنچ کر انتقال کر گئے۔ امین نے باپ کے مرنے کے بعد بجائے منصب و جاگیر کے لئے تگ و دو کرنے کے جو کچھ یومیہ مقرر ہو گیا اسی پر قناعت کر کے ایلچ پور میں مستقلاً اقامت اختیار کی۔ وہ عربی زبان کے علاوہ حدیث و فقہ میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ نظم و نثر دونوں کی تحریر پر حاوی تھا۔

اس تذکرے میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اکثر شاعروں کی ایک یا دو غزلیں تمام وکمال پیش کی گئی ہیں۔ دوسرے تذکروں کی طرح صرف متفرق اشعار نہیں لیے گئے۔ بعض شاعروں کے ذکر میں انکی مثنویاں مخمس وغیرہ مسلسل کلام بھی ملتا ہے۔ دوسرے تذکروں میں مسلسل کلام کو شاذ ہی انتخاب کیا گیا ہے۔ حاتم کے ذکر میں غزلوں کے علاوہ حقہ پر ایک مثنوی پوری نقل کی ہے جو کسی اور تذکرے میں نہیں ملتی۔

متعلمین ادب کی سہولت اور شعرا کے سوانح حیات کا تمام ممکنہ مواد یکجا فراہم کرنے کے لیے ہم نے ہر شاعر کی ضمن میں نکات الشعرا، تذکرہ فتح علی گردیزی، مخزن نکات، چمنستان شعرا، گلزار ابراہیم اور تحفتہ الشعرا میں جو معلومات درج ہیں انھیں نقل کر دیا ہے۔ تذکرہ فتح علی گردیزی تحفتہ الشعرا اور گلزار ابراہیم تینوں غیر مطبوعہ ہیں اور اب تک ان کی اطلاعات عام نہیں ہوئیں۔ عزلت کے ذکر میں علامہ آزاد بلگرامی کے تذکرہ سرو آزاد کا بیان بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ ان بیانات کے باہمی مقابلہ سے ناظرین اندازہ لگائینگے کہ ہر شاعر کے متعلق ایسی معلومات بہ آسانی حاصل ہوتی ہیں جن پر کوئی ایک تذکرہ پورے طور سے روشنی نہیں ڈال سکتا اس سے بہت سے ابہام اور شبہات جو انفرادی طور پر تذکروں میں پائے جاتے ہیں ان کا بھی انقطاع ہو جاتا ہے فقط

۳۰ بہمن ۱۳۲۹ف
گھانسی بازار حیدرآباد دکن

سید محمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

محمدت ایزدے کہ زبان فصحاے عالی فطرت والا خبرت بتقریر شمۂ آں عاجز و قاصر و مکرمت الٰہی کہ بہ بہترین امثال شامل حال سودا امزجان شیدا طینت ظاہر و باہر چہ نیرومے خامہ بریدہ زباں کہ بتحریر نقطہ آں حرف جرات زند و چہ یاراے لسان ناقص البیان کہ باداے شکرش سخنی بسر عت گوید عزلت نشینان گوشہ سخنوری و دانائی بذکر مراتب بیانش مقر قصور و نادانی و آزاد صفتان کوے معرفت و بینائی بدریافت صفات استغنایش حیرت افزاے آئینہ حیرانی بذہے حجاب والایش کہ ہیچ فکر رسا و طبع بینا تصور تتواں نمود و خہے صفات کبریایش کہ ہرگز بہ افکار موزوں و اذکار بلند مضمون بہ اداے حرف آں لب نمیتواں کشود ہر کہ دریں راہ خاک عجز و انکسار تبارک زد ابرو یافت و کسی کہ محاذی وجود واجبش خود را محو فنا دیدہ جان جاناں گردید رُباعی

ذاتش ز کمال اہل عرفاں بیروں
وصفش ز قیاس جن و انساں بیروں

زین مرحلہ ہیچکس بمنزل نہ رسید — بگذار قدم ازین بیابان بیرون

نعت محمدی کہ مستوجب سعادات سرمدی و ماورای طاقت بشریت
چگونہ بذکر آن عنوان کلام را رونق افزائیم کہ مقدسان ملاء اعلی با دراک ادنی
مرتبہ صفاتش متحیر و حاری و معاشر الانبیا و الرسل علیہم السلام بنارسائی کماہی حقیقت
نعوت و الایش بہ کمال خجالت و شرمساری سلطانی کہ حاتم زلہ ربای خوان
احسان اوست خسروی کہ از ذروۂ عرش برین تا حضیض زمین تمام مطیع
فرمان سراج وہاج دین متینش قصرنہ رواق طارم را نور آگین ساختہ و قاسم
انوار شریعت غرایش محافل دلہای اہل تقوی را منور گردانیدہ داود بہ حلقہ
ذرہ بافان سرکار اوست و سلیمان بزمرۂ عصا برداران دربار او کیسہ مدام
جویای نور شفاعت اوست نیکوست و ہر کہ بی وسیلہ محبتش طالب سعادت
برکات سرمدست بدست ولی ازلی بی اجازت او اگر حرفی بزبان آرد واجب
التعذیر گردد و فراقی محبت حقیقی بی شرائع او اگر ہوی کشد مستوجب تشہیر شود
دانائی کہ جہت بہ کمال فراست و فرہنگ است بہ جناب مستطاب اصحاب
والایش یکرو و یکرنگ است **مثنوی**

شہی در لشکری سردار عالم — فروغ شمع دین نور مجسم
بہ ظاہر مظہر نور الہی — بہ باطن زدوست از مہ تا بماہی
منور ساز کاخ لامکانی — چراغ دودمان انس و جانی
سریر آرای چرخ لاجوردی — بہ رفرف زدہ دست ہم از پا بیردی
محمد شمع و فانوس است آفاق — وجہ بہ دیشہ نور و قندیل است [illegible]

بدل داغ تولایش تمنا است | تنم را درد او عین مداو است
بران بخشندهٔ ارباب حاجات | ز من ایزد رساند صد تحیات

تعریف تالیف

بر خاطر قدسی مظاهر صائب فکرتان گلشن طبیعت اظهر وانور راست
که اولیائے عظام و علمائے ذوی الافهام و شعرائے افصح الکلام هیچکس از ذکر
شعر و سخن زبان نه بسته و شخصی به اهانت و مذمت این فن لب نکشوده همواره
به این دریائے گهر آثار آشنا بوده لالی ابدار اشعار از بطن صاف صدف
دلها بگوش هوش ارباب ذکا رسانیده اگر بایزید بسطامیست باین کمال
مشهور و نامیست و اگر ابراهیم ادهم است تیغش از این آب دو دم است
اگر بهاء الدین عاملیست قطعه سخنش جلیست و اگر حافظ شیراز است ابواب
معانی به خاطرش باز است ـ بیت

در تن خاکی ما این سر و سامان سخن است | دل سخن دیده سخن سینه سخن جان سخن است

لهذا من جرعه چش صهبائے سخن مغنے سنجان خواجه خان بن ترکتاز خان
بهادر قوی جنگ بن یکه تاز خان غفر الله لهما مسمی به تخلص حمید نیز به احیائے
سخن سلف مدام به جام سخنوری مست و سرشار بوده و به افکار زمانه نا هنجار
بیزار گردیده و ذکر اشعار روشن فکرتان معانی ارایان غنیمت می دانم و فکر
سخنان بهوش بخش مسرت افزا غنیمت می شمارم بلکه از فیض سخن شوکتها
یافته ... خاطر را نزهت بخشیدم دل را از افکار علائق عقبی ساختم و طبیعت
را از کلفت کشش خلائق بے نیاز گردانیدم خواستم که شغلی پیش گیرم و تذکرة الشعرا

نویسم لیکن چوں عبارت آرایان معنے طراز اکثر تذکرہ الشعرای فارسیہ بحیطۂ تحریر درآوردہ اند تالیف آن تحصیل حاصل می انجامد بنابرایں تذکرۃ الشعرائے ہندیہ ترتیب دادم و بہ مضامین تازہ دلہا را گلشن گلشن ساختم و نامش گلشن گفتار نہادم۔

لکھا ہم نے جب تذکرے کو حمید   ہوا خوش جسے فہم اشعار ہے
تلاش اس کی تاریخ کی کرکے دل   کہا گلشن بزم گفتار ہے"

١١٦٥

بیت

نوشتم بسکہ از نوک قلم اشعار رنگیں را   بیاضی رنگ گل گردید و کاغذ ارغوانی شد

ہر حرفی کہ درو مندرج گشتہ نوکش ناخن زن سینہای خیال است و دامن آتش گردانشاں چہرہ ہلال و ہر بیت کہ دراں منضبط گردیدہ روشن مضمونی تجلی افروز شعلہ طور است و بداں شجرۂ طیبہ پرنور ہر مصرعش عصائے موسیٰ است و ہر صفحہ قرطاسش چوں ید بیضا اگر فرد انتخابی آنرا مسیحا بہ خاطر آورد و از خورشید بر و نقطہ انتخاب گزارد یک بیت مثنویش اگر حاتم تصور نمودے برونمائی آں چند ہزار بدرہ گوہر ابدار کشودے ریختہ ہائے بلند مضامینش از طارم بریں آب گوہر ہائے پروین بزمین ریختہ و مانند مشکین ریاحین بقصر نوردیر آویختہ دام ہر سطرش جمیعہ دلہا اسیر میسازد و ورق ہر سخنش در دلہا تاثیر میکند مثنوی

ہر ورقش صفحہ نورانی است   ہر سخنش لعل بدخشانی است
مثنویش بسکہ ز پر گوہر است   مصرع ہر بیت چو سلک در است
چہ عجب کہ گوہر نجود آویختہ   بر سر ہر ریختہ اش ریختہ

تازہ معانی کہ بہ الہام یافت
ہر سخن آرا ہمہ ایہام یافت

لطف دگر ہست بدو مستفیضین
دوست تراست اہل سخن را زمین

منکہ دریں نہ چمن سبز فام
گشتہ ام ایں شاخ ز نخل کلام

برگ بہارش ہمہ فردوسی است
در قدمش حور بپا بوسی است

دارم امید از کرم کبریا
کاں رطبی آرد و ماند بجا

حاتم - اسم با مسمی کہ احوال و اشعارش در وسط کتاب کہ خیر الامور اوسطہا واقع است انشاء اللہ تعالی مذکور خواہد شد بالفعل نظر بہ پاس حمد الٰہی و نعت جناب ختم المرسلین حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم و منقبت ائمہ معصومین المطہرین علیہم السلام ابیات چندش سعادت مند قبول از اقوال شعرائے متقدمین مرقوم قلم می گردد

مثنوی -

الٰہی داغ سیں دل کو جلا دے
برہ[1] کی آگ مجھ تن میں لگا دے

جلا جیوں پھلجھڑی مجھ ناتواں کو
شرر لبریز کر ہر استخواں کو

فنا کر عشق میں یہ جان بے تاب
کہ جیوں آتش میں گھٹ جاتا ہے سیماب

رہے منظور اک معشوق کی ذات
بطوف کعبہ و سیر خرابات

بہ آب مے نہانا آرزو ہے
نماز بے خودی کا یہ وضو ہے

پڑے ہیں زخم مشتاقی کے ناسور
بہ آب تاک دھو مجھ دل کے انگور

کہ ہوس ہے آپ سیں یکبار جاؤں
پیمبر کی صفت کرنے کو دھاؤں

محمد صاحب ایجاد امکاں
کہ جس کی شان میں آیا ہے قرآں

سرو سردار جگ کے سروروں کا
جماعت دار سب پیغمبروں کا

۱ـ جدائی

رکھے ہیں جس کے دروازے پہ موسیٰ / سعادت جان دربانی کا عاملے
مسیحا ناک گھس تجہ آستاں پر / دماغ اپنا چڑھایا آسماں پہ
گئے سب انبیا اس آرزو میں / ردا اس رنگ کی کملی کسو میں
او ترسدرہ سیتی ہر پیر جبرئیل / کیا علم حقیقت خوب تحصیل
سر پر سرور با باسلیماں / چلا جن و پری پر اس کا فرماں
وہی تھا نور تیرا سات اس کے / انگوٹھی نام کو تھی ہات اس کے
سلایا خاک میں اعدائے دیں کو / جگایا دین ختم المرسلین کو
نہ اس کے ہات سیف دو زباں ہے / شجاعت اور تہور تو عیاں ہے
نبیؐ بوجھ اس کا دوش اوپر سنبھالا / ہوا رتبہ امامت کا دوبالا
قلا خیبر اٹھایگا ترا شور / یداللہ نے دکھایا معجزا زور
قلا گھر توڑ کر ڈالی لڑائی / ہزیمت کافراں خندق پہ کھائی
قضا کے راج کی صنعت گری دیکھ / نبیؐ کے گھر کی یہ بارہ دری دیکھ
خدا کے نور کا مت کر سمندر / یہی چودہ رتن کاڑھے ہیں باہر
اگر بھیدہ حکمت آشنا ہے / اسی نسخے میں چودہ بند پایا ہے۔
نبی کی آل پر سیں وار جانا / اسی بارہ پلے سیں پا رہانا

نصرتی

دکھنی، متوطن بیجاپور موسوم بہ تخلص نصرتی کہ نسخہ بدلالت بہ زبان ہندوی بہ نزاکت تمام و مضامین پرسرانجام ترتیب دادہ۔ چنانچہ از بادشاہی

لے عصا لے قلع

خطاب ملک الشعرائی یافتہ در تعریف زلف و دست خوب از ریختہ اوست سہ

جب سے چھپایا تو نے تری زلف کی کڑی — تب سیں توی کی لٹک نہیں انٹی رہے پڑی
دو تاتیاں کا ہار نہ تھا ناف کے اوپر — زمزم کی جیوں کو لگی تھی رہٹ کھڑی

از ریختہ احقر خواجہ خاں سہ

زلف خم ہو کے لٹک جان کے سب کان میں آئے — مو بمو کھول کہے حال پریشاں میرا

و از نصرتی در تعریف مدمالتی از قصہ مذکور است

اتنے نرم و نازک رنگیلی کے پانوں — اٹھے جیبٹ پر نقش لینے میں ناؤں

۱؎ پیچ ۲؎ گرہ ۳؎ کنداں ۴؎ چرخی ۵؎ اتنے ۶؎ زبان ۷؎ نام

شاعرے بود فصیح البیان و از زمرۂ دکن زبانان شیریں زبان با حاکم کرناٹک قرابت قریبہ داشت و ہر چہ پیدا می کرد نصف آں برائے خرچ فقرا می گماشت۔ اشعار او آنچہ عیاں است تازہ دارد و معنی بیگانہ را بہ الفاظ آشنائی سازد۔ اگرچہ الفاظش بطور دکھنیاں بر زبانہا گراں می آید اما خالی از لطف و لذتے نیست نقلیست کہ روزے شاہ میر نام فقیرے نزد نصرتی آمدہ سوال کرد نصرتی چیزے با و داد۔ فقیر پرسید کہ شعرے از اشعار خود بخواں۔ نصرتی ایں بیت را کہ ہماں روز بہ فکر آوردہ بود خواند سہ

نہ بولا ہے نہ بولے گا کدی کو — زمیں کی زلف میں بولا ندی کو

فقیر بداہتہً بجوابش او خواند سہ

نہیں ظاہر کئے حیتی ہوسے کو — زمیں کی (۔۔۔۔) بولا ہوا کو سے کو

نصرتی بہم بر آمد و شاہ میر را تا سہ روز بہ چاہ آویخت۔

(چمنستان شعر صفحہ ۳۲۲)

(۲) ولی

ولی - ولی محمد - احمد آبادی - عجب فکر رسائے داشت و دیوان دلچسپ رنگینے طرح نمودہ - اکثر اوقات خود در طلب علم گزرانیدہ - در بلدہ دارالسرور برہان پور نیز مدتے سکونت داشت و بجانب میاں سید معالی کہ از مشایخ زادہ ہائے گجرات بودند میل تمام داشت دیوان مشہور و معروف دارد - آخر عمر در گجرات وفات نمود ریختہ۔

۱- ولی شاعر ریختہ از خاک اورنگ آباد است - می گویند کہ در شاہ جہاں آباد دہلی نیز آمدہ بود - بخدمت میاں گلشن صاحب رفت - و از اشعار خود پارۂ خواند - میاں صاحب فرمود این ہمہ مضامین فارسی کہ بیکار افتادہ اند در ریختہ خود بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت از کمال شہرت احتیاج تعریف ندارد و احوالش کما ینبغی معلوم من نیست (نکات الشعرا صفحہ ۹۲)

۲ - ولی مظہر کمالات خفی و جلی محمد ولی ام در دکن چہرۂ ہستی افروختہ و زبدہ و شعور دولت معنی اندوختہ کمان پر زور سخن را بہ نیروئے فکرت کشیدہ و ناوک اندیشہ اش بہ ہدف معنی رسیدہ - ہر چند اشعار آبدارش زیب صفحہ لیل و نہار است و گوشوارہ سوامع سخن سرایان روزگار لیکن بنا بر الم (؟) بہ تحریر بیتے چند بہ ایجاز و اختصار پرداخت (تذکرۂ فتح علی گرویزی قلمی)

۳- شاہ ولی اللہ ولی تخلص شاعرے است مشہور مولدش گجرات است گویند بہ نسبت فرزند شاہ وجیہہ الدین گجراتی کہ از اولیاے مشاہیر است افتخار ما داشت در سن چہل و چہار از جلوس عالمگیر بادشاہ ہمراہ میر ابوالمعالی نام سید پسرے کہ دلش

خوبی اعجاز حسن یار اگر انشا کروں — بے تکلف صفحہ کاغذ ید بیضا کروں
جیوں نسیم اب لگ پیارے جی مجھے حاصل نہیں — کس طرح اس غنچہ بند قبا کو وا کروں

فرزند او بود بجہاں آباد آمد۔ گاہ گاہ بزبان فارسی دو سہ بیت در وصف خط و خالش می گفت چوں در آنجا بہ سعادت ملازمت حضرت شاہ گلشن قدس سرہٗ مستعد بہ گفتن شعر بہ زبان ریختہ امر فرمود و ایں مطلع نغز موزوں کردہ حوالہ او نمودند۔

خوبی اعجاز حسن یار گر انشا کروں — بے تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں

بالجملہ بہمیں نقول زبان ایشان سخن ایں بابا چناں حسن قبول یافت کہ ہر بیت دیوانش روشن تراز مطلع آفتاب گردیدہ در ریختہ را لقمے د ؟) بہ فصاحت و بلاغت می گفت کہ اکثر استادان آں وقت زراہ ہوش شعر ریختہ موزوں می نمودند۔

(مخزن نکات ص ۱۰)

(۳) محمد ولی ولی تخلص شاعر والا اقتدار و سخن سنج شیریں گفتار است۔ رتبۂ سخن ریختہ در زمانش باوج کمال رسیدہ و بازار ایں زبان آمیختہ در دور او گرم گردیدہ۔ اگرچہ در ازمنہ ماضیہ موزونان ایں جا شعر را بہ زبان ریختہ گفتہ اند اما صاحب دیوانے بایں متانت و فصاحت از کتم عدم سر نکشید و شعرائے سلف چند طوطی شکر مقال بوستان سخندانی اند لیکن چنیں بلبل ہزار داستان بگوش نہ رسید۔ آرے والی ولایت نازک خیالی و شہنشاہ قلمرو خوش مقالی است چنانچہ می گوید۔

اس شعر کی یو طرح نکالا ہے جیب ولی — یو اختراع دیکھ رہے دل میں سب عجب

و نیز می گوید

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہیں ہیں اے ولی — لیکن نہیں بولا ہے کوئی اک شعر خوش تر دیں نمط

ہندوئے زلف پری کے پریشانی فروش   بیچ دیوے مجھ کو سودے میں اگر سودا کرو

مولداو خاک پاک اورنگ آباد است۔ چوں اکثر بہ گجرات در درگاہ حضرت شاہ وجیہہ الدین قدس سرہٗ کسب علم کردہ و در نیلی گنبد متصل گڑہ مدفون گشتہ مردمان نسبت او بگجرات کردہ غلط محض۔ قصیدہ سیزدہ اشعار کہ در اشتیاق گجرات گفتہ بدیوان او در نظر رسید مطلعش ایں است۔

گجرات کے فراق سے ہے خار خار دل   بیتاب ہے سینے میں آتش بہار دل

مردمان نقل می کنند کہ در سورت آمدہ بود و چندے امر حل اقامت افگندہ احرام بیت اللہ بربست و زیارت حرمین شریفین نمود۔ مثنوی او در تعریف بندر مبارک سورت قریب یک صد بیت بہ ملاحظہ افتادہ در انجا می گوید۔

بھری ہے سیرت و صورت سے سورت   ہر اک صورت ہے وہاں انمول مورت

ختم ہے امرداں پر روصفائی   ولے ہے بیشتر حسن انسانی

سبھا اندر کی ہے ہر اک قدم میں   چھپا اندر سبھا کولے عدم میں

شخصے معتبر با فقیر نقل می کرد کہ روزے یکے از شعرائے دکن کہ صیت سخنش در اطراف عالم حالا بلند است برکنار آب نشستہ بادہ پیمائی می نمود و دیگر ارکان مجلس ہم بقدر مرتبہ خود داشتند۔ در شب مہتاب مائل تماشا بودند۔ خصوصاً فقیر در گوشہ تنہا استادہ نظارہ می کرد کہ ناگاہ شاعر مذکور در حالت سکر بادہ پیمائی آغاز نہاد و کلمات پوچ از زبانش سرزدن گرفت تا بہ ایں رسید کہ ولی چہ طفل بود و چہ یادہ گوئی نمودہ کہ مردمان بدو تحسین می کنند۔ من چنیں معانی نازک را الفاظ عجیب در شعر خود مربع کردہ ام

کیا کہوں تجہ قد کی خوبی سرو عریاں کے حضور ۔ خود بخود رسوا ہی اس کو پھر کے کیا رسوا کروں

اما قدر داں کو اگر دریں زمان ولی می بود از طپانچہ رخسارش سیاہ می کردم تا دعوی رنگیں بیانی نہ کند۔ ہاں بیارید دیوانش را تا از آب فروشویم چنانچہ خادم او بہ موجب امر دیوان ولی را بیاورد او تمام ورق ورق را در آب شنا نمود۔ قصہ کوتاہ چوں صبح شد و آں خمار نشہ از سر بیرون رفت۔ دیوان را طلبید کہ دیوانے تصنیف خود کہ با خط خوب و جدول طلائی تحریر کنانیدہ بود بہ شب از غلطی بشوئیدن آمد و دیوان ولی ہم چناں محفوظ ماند لاچار از وقوع ایں امر عرق خجلت بر آمد و سخن را بہ لب آشنا نہ نمود و بہ تنہائی سیر الحاج بہ درگاہ کریم کارساز کہ شکنندہ غرور ہر متنفسے است فرود در آمد۔ اما آنکہ اہل مجلس او بودند واقف ایں رمز اند راست و دروغ بر گردن راوی۔ محرر سطور بہ موجب اقرار راوی بہ بیاض رساند واللہ اعلم۔ کلیاتش دو ہزار و سی صد ابیات بہ نظر رسید۔

(چمنستان شعراء ص ۱۰۴)

۵۔ ولی دکھنی شاہ ولی اللہ۔ اصلش گجرات و در شعرائے دکھن مشہور و ممتاز است۔ گویند در زمان عالمگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمد مستفید از شاہ گلشن گردید از مشاہیر ریختہ گویان او اول کسے است کہ دیوانش در دکھن مشتہر و مدون گشتہ۔

(گلزار ابراہیم قلمی)

پہنچتی ہی کعبۂ مقصود کو کشتی چشم
فیض سوں انجھوں[1] کے دریا کو اگر پیدا کروں

آرزو دل میں یہی ہی وقت مرنے کے ولی
سرو قد کو دیکھ سیر عالم بالا کروں

ولہ ریختہ

نشہ بخش عاشقاں دو ساقی گلفام ہے
جھلکے آنکھوں کا تصور بیخودی کا جام ہے

کھولنا زلفوں کا کچھ درکار نیں اے خوش نین[2]
اک نگاہ ناز تیرا دو جہاں کا دام ہے

آفتاب آتا ہے محرم ہو کے تجھ کوچہ طرف
صبح صادق اس کے بر میں جامہ احرام ہے

دل کو جمعیت ہی جب جاتا ہوں دنبال صنم
آرسی کے ساتھ میں سیماب کو آرام ہے

جس صنم کی سرکشی کا جگ[3] میں ہی صیت بلند
شکر حق وہ کافر بدکیش میرا رام ہے

مت قدم رکھ اس طرف اے زاہد خلوت نشیں
غمزۂ خونخوار ظالم دشمن اسلام ہے

اے ولی کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج
یا داں آنکھوں کا مجھ کو روغن بادام ہے

اشرف (۳)

محمد اشرف۔ اشرف تخلص۔ گجراتی۔ بلا واسطہ شاگرد ولی محمد طبع رنگینی داشت۔ شعرش در نواح گجرات شہرت دارد و دیوان لطیف تصنیف نمودہ اشعار اوست ؎

ہوا ہوں بستۂ زلف سجن[4] شکن کی قسم
ہوا ہوں صید رم منہرن[5] ہرن کی قسم

پتنگ وار ہی دل جب سے شمع رو پہ فدا
اگن میں شوق کے جلتا ہی تن لگن کی قسم

---

[1] آنسو [2] آنکھ [3] دنیا۔ زمانہ [4] معشوق [5] معشوق

پیالہ دیکھا جو تیرے جام چشم کی گردش
ہوا ہوں شوق کی مے سے مگن نین کی قسم

پڑا ہے خاک منں جو برہ کے گوچہ میں
ہے پائمال ترا اے سجن جگت کی قسم

یہ شعر سنکے کہے ہیں صد آفریں اشرف
تمام شاعر ملک دکن سخن کی قسم

(۴) رضی

محمد رضی۔ رضی تخلص نیز متوطن احمد آباد از شاگردان رشید ولی محمد ہم دراں جواب ریختہ محمد اشرف مذکور موزوں ساختہ۔ جوان خوش ظاہر بودہ ازدست ریختہ

خراب نرگس مستانہ ہوں نین کی قسم
بزنگ بلبل دیوانہ ہوں چمن کی قسم

جمال انجمن آرائے شمع رخ پہ ترے
شب وصال میں پروانہ ہوں لگن کی قسم

عذاب روز قیامت میں کچھ نہیں پروا
شہید خنجر جانانہ ہوں کفن کی قسم

پیا کی چشم کی وحشت کو دیکھ جیوں مجنوں
شکار دامن ویرانہ ہوں ہرن کی قسم

دیکھا ہے جب سے رضی پیچ و تاب طرۂ یار
مزار خاک سے جیوں شانہ ہوں شکن کی قسم

(۵) مزمل

میر محمد مزمل۔ مزمل تخلص۔ منصبدار باشندۂ شاہجہان آباد۔ مرد صاحب کمال وفکر عالی داشت در زمان محمد شاہ بادشاہ در قید حیات بود۔ ہمانجا وفات یافتہ اشعار مشہور و معروف دارد اکثر بہ طرف ذو معنین طبعش راغب چند شعر از او مرقوم گردیدہ ریختہ

جاں آنکھوں سے نکل کر دو گئی
جان گئی تھی سات جن کے سو گئی

۱۔ معشوق ۲۔ مانند ۳۔ فراق ۴۔ قدم پاؤں۔

اب کہاں رہے گا شگوفہ کا بہار — سیر کو گلشن میں خنداں رہ گئی
چشم بلبل آب جو جاری کرو — ہر چمن میں پھر کی گل بو گئی
قرض حسنہ لیکے شبنم سے انجھو — پھول کلیاں جھاڑ پر رو دھو گئی
من ہرن میرا مزمل رم کیا — دشمنوں کے دل کی چیتی ہو گئی

ولہ

اس سناری سیمبر کے کیوں کے جاوں ہات ہیں — زرگری کر کر بچھار کھتی ہے کاٹے بات ہیں

ایں نیز از شعر اور ریختہ۔

آنکھ لاگی سو گیا سونا نہ تھا — ہو گیا وہ کام جو ہونا نہ تھا
راز دل آنکھوں نے سب ظاہر کیا — ہائے کیا رو دیا رونا نہ تھا
بول میٹھا اس شکر لب کا تمام — زہر تھا یو صرف مٹھلونا نہ تھا
کیوں کماں ابرو سے مل رسوا ہوا — چلہ کش کو کیا مگر کونا نہ تھا
میں نہ کہتا تھا مزمل دل نہ دے — نقد ایسا رایگاں کھونا نہ تھا

مزمل۔ محمد مزمل خاں، معاصر میاں آبرو بود، در سخن تلاشش معنی تازہ می نمود گویند در اواخر عمر جنونے بر مزاجش طاری شد و اختلالے در حواسش پیدا ری۔ آخر باستدعائے نوکری و ترک ملازمت ارباب دول پرداختہ در شاہجہاں آباد بہ زاویہ خمول ساختہ بعد چندے نوائے ارجعی شنید و رخت بہ سرائے خاموشاں کشید۔

(تذکرہ فتح علی گردیزی ۱۶۵)

٭ چمنستان شعرا میں بھی اس کا ذکر مذکور ہے مگر من و عن وہی جو فتح علی کے ہاں ہے

(۶) حشمت

میر محتشم علی خاں حشمت تخلص منصبدار از عمدہ نجباے اہل ہند کہ در عصر محمد شاہ شعر بہ غایت رندانہ و ظریفانہ گفت ۔ در دہلی وفات یافتہ ۔ دو مخمس ازاو مرقوم گردیدہ

مخمس

سب جان اور جہان کا خداوند ہے اللہ — اس کے سبھی ہیں سرخرو اور رسا روسیاہ
اے اہل زہد مستوں کو اس سے ہی اور راہ — دیکھیں تو تم ثواب کرو ہم کریں گناہ
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

مستوں کا تم سبھی سیں جدا گھاٹ اور ہے — ہمقاد اور دوراہ سیں یہ باٹ اور ہے
سودا جہاں ہمارا ہے وہ ہاٹ اور ہے — دوزخ ارم سے ہے پرے ٹھاٹ اور ہے
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہد عبث نہ رکھو میکشوں کو نام — دیکھیں تو کس کو ساقی کوثر پلا دیں جام
ڈنکا بجا کے کون ارم میں کرے مقام — دیکھیں تو کون مقتدی ہو کون ہے امام
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدو بہت نہ کرو شور بس کرو — اپنی کتاب کے تئیں تم طاق پر دھرو
سب بندے ہیں خدا کے آپس مل بھرو — بے ہیچ آج مستوں سے مت اس گھڑی لڑو
کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

اے زاہدان خشک تمھیں فخر ہے ریا — تسبیح لیکے مت کرو مستوں کو بد دعا
ہم منگیے سینہ صاف تمھیں سب ہیں باصفا — یارو ہمارے بیچ نہیں کوئی حسن خدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

دونوں جہاں شاہ نجف کے ہیں ہم گدا
گو مست ہیں دوانے ہیں بے خود ہی بینوا
کہتے ہیں سب میں آنکھ ملا صاف برملا
ہفتاد و دو وطوق سنو ہم میں یہ صدا

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ہم مست ہیں ازل کے نہیں اور کچھ خیال
ہو وینگے کل کو ساقی کو ثر سے ہم بہال
کہتے ہیں سب میں صاف یہی بازبان حال
اے اہل خانقاہ کرو ختم قیل و قال

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

تسبیح اور نماز ہے زاہد کا روز کام
افیون اور شراب میں ہم مست ہیں مدام
آخر کے تئیں خدا سیتی ہم ہونگے ہم کلام
دیکھیں تو تم حلال کرو ہم کریں حرام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

گر شیخ اور برہمن جیتے ہیں اس کا نام
ہر آن زیج کرتے ہیں مستوں پہ اہتمام
بیکنٹھ اور بہشت کا نت ہم کو ہے مدام
ہے شیخ کو سلام برہمن کو رام رام

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

میخانہ کی جو راہ کا حشمت شہید ہے
رندوں کا پیر پیر مغاں کا مرید ہے
اے اہل زہد ہم کو تماشائے دید ہے
تم جس کو حشر کہتے ہو وہ ہم کو عید ہے

کل معرکہ میں ہم بھی ہیں اور تم بھی واہ واہ

ولہ مخمس

انسان کا تھا کام جو آدم کہا گیا
انسان کو ازل میں ابد لگ گنا گیا
انسان کارخانہ کا عالم بنا گیا
سب کچھ بنا کے اب ہی آپ لوبھا گیا

انسان کے گھروندے میں ارض و سما یک — انسان کا خیال ہے جن و پری ملک
انساں کی بات بہت بڑی ہے سوں لک — معراج کے جو پردے میں اندر کی وہ چمک
احمد بھی دیکھ احد کا دامہ بجا گیا

انساں کی ہر کہانی جو تم پڑھتے گنتے ہو — یہ روئی اسی بنولے کی ہے جس کو دھنتے ہو
اس تار کو نہ توڑو جیسے تانا تنتے ہو — حق کا سخن بلند ہے یارو جو سنتے ہو
منصور اسی پنواڑی کو سولی پہ گا گیا

آپ ہی تھا آپ ہی ہی ہے وہی — ایک ہی ہے بھر رہا ہے وہی تو نہ کہیو
دل کوں مصفا کرکے جو کچھ کہہ سکے تو کہہ — بہتر تو یوں ہے کچھ نہ کہہ انساں کو دیکھ رہ
جب آئینہ سا صاف ہو سب کچھ تجھ میں آ گیا

۱۔ میر محتشم علی خاں حشمت تخلص سید صحیح النسب بود۔ سپاہی عمدہ روزگار شاعر خوب فارسی و ریختہ فہمیدہ، سنجیدہ، باہمہ بہ عجز و انکسار پیش می آید جنسے بود کہ در دل ہمہ کس جاے او خالیست از خاک پاک دہلی بود در مغل پورہ سکونت داشت۔ برادر کلاں او کہ میر ولایت اللہ خاں باشد از مغتنمات روزگار است دیر یست کہ ترک روزگار کردہ خانہ نشین است۔ گاہے فکر شعر ہم می کند۔ بر فقیر شفقت و عنایت بسیارے می کند خدا در حفظ خودش نگاہ دارد و آں مرد از نامردی روزگار ناہنجار فوتیدہ شد۔ خدایش بیامرزد۔ (نکات الشعرا صفحہ ۶۰)

۲۔ نکتہ سنج والا فطرت سید محتشم علی خاں حشمت۔ مردے سپاہی پیشہ درست اندیشہ گوہر اصلش از بدخشاں است و لعل رنگین خیالش بغایت رخشاں شخصش دل بند است

انساں کا نور محض بتایا ہے آپ کو
ایجاد آدمی سے لکھایا آپ کو
یعنے ہمیں میں ہو کے چھپایا آپ کو
پھر آپ ہی آپ پاس گنوایا آپ کو
دیکھو تو کیسی وضع سے آپ آ جتا گیا

اس نور سرمدی کا محمد خطاب ہے
اس نور کا ظہور علی آفتاب ہے
اس نور کا حسین و حسن انتخاب ہے
اور کیا کہوں سبھوں کی بنا ہیں تمام یہ
ٹک کھول کھول دیکھو تو کیا کیا لکھا گیا

اور کیا کہوں میں اس مدعا لُباب میں
ذرے کو کیا جو کہہ سکے کچھ آفتاب میں
دریا جھمکتا ہے کوئی دم حباب میں
اس فرصت قلیل کو کیا دوں حساب میں
میں اس میں گم ہوا کہ وہ مجھ میں سما گیا

و فکرش بلند۔ بہ کمال خوش خلقی و فراخ حوصلگی زیست می کرد و بہ وسعت حال می گزرانید دیوانش فقیر سیر کردہ و بہ پشتے آب دادہ۔ خفا کہ دراں تلاش معنی تازہ کردہ و الفاظ رنگین برروے کار آوردہ است۔ احیاناً ریختہ ہم می گفت (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ میر حشم علی خاں حشمت تخلص می کرد۔ اصلش از شاہجہاں آباد است پدر بزرگوارش میر باقی نام از مردمان ہشت ہیر بود۔ گاہ گاہ دو سہ شعر ریختہ و فارسی باکمال تازگی می گفت و در سلک ہر مصرعش گوہر معنی نایاب می سفت۔ قبل ازیں ہفت سال بہ مرگ دفعۃً از جہاں رفت۔ او تعالی رحمتش کناد (مخزن نکات صفحہ ۳۷)

۴۔ چمنستان شعرا میں نکات الشعرا کی عبارت تمام و کمال نقل کر دی گئی اور کوئی نئی اطلاع نہیں۔ (س۔م)



جو وہ نہ ہوتا کچھ بھی نہ ہوتا قرآن میں
واللہ بھر رہا ہے وہی جسم و جان میں
یہ بات ہے نبی کی ولایت کی شان میں
جو تھا خدا کی راہ کا منصف جہان میں
صلوٰۃ بر محمدؐ کہتا چلا گیا

(۷) مضمون

مضمون عجب شاعر متوکل بودہ، متوطن احمد آباد۔ اوست موجد ایہام ریختہ اوست ؎

پھر کر کوئی کہے اس ماہ سیں
کیوں نکلتا نہیں کبھی اس راہ سیں
چھوڑ دے گا آخر اپنی مان سب
کیا نہیں ڈرتا ہے تیر آہ سیں
شرم سیں پانی ہو سب جاویں رقیب
گر مرا یوسف نکلے آ چاہ سیں
اس گدا کا دل لیا دلی نے چھین
جا کہو کوئی محمدؐ شاہ سیں
اے صنم مضموں تو بندہ تھا ترا
کیوں بھلایا اس کو عشق اللہ ہیں

ا۔ میاں شرف الدین مضمون تخلص مرشے بود۔ نوکر پیشہ، متوطن جاجیئو کہ قصبہ است متصل اکبرآباد۔ حریف ظریف ہشاش بشاش بود گرم کن مجلسہا ہر چند کم گو بود لیکن بسیار خوش فکر و تلاش لفظ تازہ زیادہ۔ دیوانش بہ ہمہ جہت دو صد بیت خواہد بود از شروع جوانی بہ شاہجہاں آباد آمدہ و در زینت المساجد سکونت داشت۔ آخرالامر ہمیں جا فوت کرد۔ از احفاد حضرت شیخ فرید شکر گنج بود نور اللہ مرقدہ چنانچہ می گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید
کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

شاگرد خان صاحب سراج الدین علی خان صاحب است چو زندان او بہ نسبت نزلیہ

افسوں سے مار جھپٹ لیتی ہے کھٹ کو اٹھا   کس سلطروں سے سیکھا زلفوں نے تیری لٹکا
تجھ خسرو جہاں کا ہے شور مرد وزن میں   فرہاد اس کو جیرا شیریں نے سر کو پٹکا

ہمہ افتادہ بودند (نکات الشعرا صفحہ ۱۶)

۲۔ بر شاہدۂ معنی مفتون شیخ شرف الدین مضمون از شعرائے قرار داده ریختہ است مشق سخن از مرزا مظہر وخان آرزو کرده۔ از نبائر حضرت گنج شکر است چنانچہ گوید ؎

کریں کیوں نہ شکر لبوں کو مرید   کہ دادا ہمارا ہے بابا فرید

با وصف برودت پیری و فرط ضعف و ناتوانی ہا مردے بود بغایت گرم جوش وچسپاں اختلاط۔ ہرگاہ دندانش ریختند چناں آرزو از مداح شاعری دانہ می گفت بہرحال شعرش خالی از نزاکت نیست (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ شرف الدین مضمون تخلص از فرزندان حضرت شیخ فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ بہ جمیع صفات موصوف و بہمہ خیات معروف بود۔ مولدش جائے است در نواح گوالیار کہ اورا جاجیو می گویند چوں سن شریفش از چہل متجاوز گردید دست از قید علایق برداشت وقدم دراہ آزادگی گذاشت۔ لب دریا مسجدے است مسمی بہ زینت المساجد او را مسکن خود قرار داده بہ توکل بسر گزارند بکہ ملین وخوش صحبت بود اکثر مردم بجہا آخر روز بطریق سیر در حلقہ مجلس وارد می شدند چنانچہ سعدی گوید ؎

ہر کجا چشمہ بود شیریں   مردم و مور و مرغ گرد آیند

بہ وقت موعودہ سر در پردۂ اختفا کشید وبہ عالم قدس ساس گردید خدایش بیامرزد شعر ریختہ رابہ تلاش الفاظ ومعنی تازه می گفت۔ (مخزن نکات صفحہ ۲۱)

۴۔ شیخ شرف الدین مضمون شاعر یست زود رس وسخن پرور یست معنی رس

تجھ بیوفا کے کارن سب سیں جدا ہوا ہوں
میں جھاجتا ہے خالی جو تو پرے ہی بھٹکا

مت مل رقیب سیتی میں بارہا کہا ہوں
مرتا ہوں اس دکھوں سے جیتا ہی جان اٹکا

چھپ کر مخالفوں سے آ اس طرح پلنگ پر
جو کوئی سے نہ جانے تیرے قدم کا کھٹکا

دیکھ اس کی بیوفائی ہٹتا ہے کیوں تو اے دل
دلبر وہی بھلا ہے جو ہو وے اپنی ہٹ کا

پا کار میٹ اپنا مثل تنور مضمون
اک قرص ناں کی خاطر کیوں تو پھرے ہے بھٹکا

مرا دل تھا ترے گلشن کا مالی
محبت اس ستی تو کیوں نہ ٹالی

نظر آتا نہیں وہ ماہ رخسار
گزرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

رقیباں مجھ ستی کرتے ہیں نوکاں
طرح لڑنے کی ان مرغوں نے پالی

کہہ اے سیمیں بدن توں رات مجھ سیں
تری دیہی ہے کس سانچے میں ڈھالی

ہوا جگ میں مضموں شہرہ ترا
طرح ایہام کی جب سیں نکالی

مضمون شیریں سخن شرف بر نبات می دارد و کلام شکر ریزش مذاق جان را لذت خاص می بخشد اصلاح سخن از مرزا مظہر و سراج الدین علی خاں آرزو می گرفت و گاہے بہ تفنن گوہر سخن بہ سلک نظم می سفت چنانچہ دلیل کم گوئی خود می گوید ؎

درد دل ہے جس طرح بیمار اٹھتا ہے کراہ
اس طرح ایک شعر مضموں بھی کہے ہی گاہ گاہ

دیہاں سے گردیزی کا بیان نقل کیا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ دیوانش بہ جمیع اصناف قریب بہ صد بیت بہ ملاحظہ در آمد از سخن معلوم می شود کہ از اولاد حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ است چنانچہ خود می گوید ؎

لب شیریں سے دے مضموں کو میٹھا
کہ ہے فرزند وہ گنج شکر کا

(گلستان شعرا ص ۲۵۲)

(۸) عبدالرحیم

محمد شاہ بادشاہ علیہ الرحمہ بادشاہ رحمدل رنگین مزاج بودہ کہ احدے را در سلطنت اذیت بہ نوع نہ رنجیدہ و اہل سماع را نہایت دوست می داشت صاحب سخن بود و طبعش راغب مزاج نیز بود۔ چنانچہ در آں ایام عبدالرحیم نامی از اہل کشمیر حاجی بود و نام خود را اوٹکر لیس قرار دادہ ہر کسے کہ شعری خواند فی الحال در جوابش شعر موزوں بطور فصیح و ملیح ہدیہ میخواند۔ روزے پادشاہ طلبیدہ با یکے از اہل محفل اشارات خواندن شعر نمودہ۔ چنانچہ امیر خاں مرحوم ایں شعر را بر زبان راند ؎

آہ من العشق و حالاتہ — احرق قلبی بحراراتہ
ما نظر العین الی غیر کم — اقسم باللہ و آیاتہ

شعر مذکور کہ باتمام رسید اوٹکر لیس بدیہہ در جوابش خواند ؎

آہ من الاوہ پکاراتہ — از کمرش گرد پچھاراتہ

بند........

سلطان تبسم شدہ انعامے بخشید او بتاریخ بست و ہفتم شہر ربیع الثانی در سنہ یک ہزار و یکصد و شصت ہجری از دہلی انتقال نمود۔ از ریختہ اوست۔

گنج معنی کی ہیں کنجی ہے بسم اللہ بن — قفل دل کھلتا نہیں ہمگا ہمارا آہ بن
رو دو نیل انکھوں سیں جاری ہو ندی تا لے نتاب — باولی ہو گئی ہے یوسف کی زلیخا چاہ بن

(۹) یکرو

یکرو عجیب مرد لطیفہ گو و خوش خلق۔ از شاگردان رشید میر مبارک آبروؔ باشندہ دہلی است دریک فرد سرانجام بسیار آوردہ و نام پیغمبران علیہم السلام بطور ایہام موزوں ساختہ ؎

حسن داودی سلیمانی نین رخ یوسفی عیسوی گفتار زلفیں یونسی موسی کمر

میکشو روح ہماری تو کبھی شاد کرو شیشہ مے کہیں بھولے تو ہمیں یاد کرو

(۱۰) یکرنگ

یکرنگ مرد درویش صاحب کمال بود از جملہ خلایق ادنےٰ و اعلےٰ یکرنگ و یکرو بودہ۔ طبع رنگیں داشت۔ ریختہ ؎

یکرنگ پاس اونہیں کچھ رہی بساط رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نذر کرے

۱۔ یکرو تخلص مردے بود شاگرد میاں آبرو براحوالش اطلاع ندارم مگر دو سہ مرتبہ در مجالس ریختہ دیدہ ام با آنکہ ہیچمدان فن ریختہ بود ولیکن خود را خود ہمہ داں می شمرد (نکات الشعرا صفحہ ۹۳)

۲۔ عبدالوہاب یکرو۔ شاگرد آبرو است فکرش برجستہ است و شعرش شستہ (تذکرہ گردیزی)

۳۔ عبدالوہاب یکرو شاعر خوش گو و شاگرد میاں نجم الدین آبرو است اشعار دلاویز و سخن ہائے سوز انگیز بسیار می دارد (چمنستان شعرا ص ۲۲۶)۔

پرووے کیوں نہ ہر اک بال میں موتی وہ چھپیسی
صبح دانتوں کی روشن ہے شب مستی میں بتیسی

فایق (۱۱)

کلام فایق فایق است از اکثر شعرائے نواح دہلی ریختہ آز اواست ؎

بزنگ نکہت گل توت جاں ہی یادگل رو کی شب آرام دل ہی عاشقوں کو یاد اس مو کی
تری نرگس کٹوری اور پتلی اور ہنالی ملک کے ہاتھ میں ہے موںہہ تیری تیغ ابرو کی

۱۔ مصطفیٰ خاں یکرنگ شاعر ریختہ، معاصر میاں آبرو۔ می گویند کہ بسیار چیاں اختلاط واشنائے درست بود از احوال او خوب اطلاع نہ دارم (نکات الشعرا ص ۱۸)

۲۔ معنی یاب بے درنگ مصطفیٰ خاں یکرنگ با آبرو ہم طرح بود و تلاش معنی تازہ نمود۔ رتبہ سخنش بلند است و مایہ شعرش ارجمند (تذکرہ گردیزی)

۳۔ مصطفیٰ خاں یکرنگ معاصر میاں ابرو است۔ بخدمت خاں آرزو مشق سخن می کرد ابیات دیوانش یکجا تمامی قریب پانصد شعر خواہد بود۔ سوائے ایں کہ نبیرہ خاں جہاں لودھی است و در سلک ملازمان بادشاہ منسلک بود، و دیگر احوالش معلوم بندہ نیست (مخزن نکات ص ۱۴)

۴۔ مصطفیٰ خاں یکرنگ از معاصرین آبرو است۔ شعرش خوش قماش بیکراں می دارد و طبیعتش عالی تلاشش فرداں می نماید۔ گویند کہ ذہن رسا داشت و با ہر کس طریق احسن سلوک می گذاشت۔ یکرنگی اخلاصش از تخلص او پیدا و خلق محمدی از تمامش ہویدا است (چمنستان شعرا ص ۲۲)

(۱۴) حاتم

حاتم محمد حاتم، باشندۂ حضرت دہلی مرد صاحب ہمت وطبیعت عالی دارد وبخل در دادن شعر ہرگز نہ کردہ ودرایں امر کہ فی الحقیقت سخن درست یہ مثابہ ریت گوئی از حاتم بردہ صرفہ نہ دارد۔ چنانچہ مثنوی اور در صدر کتاب قوم شد ریختہ از ؎ اوست ؎

مت پریروریاں ہمارے دل کو دیوانہ کرو
در سندوں کے جگر کی آہ ٹک جانا کرو

زلف خوباں میں جو چاہو ہو نگاہ کی رو سے
پنجۂ مژگاں کے تیں اپنا بنا شانہ کرو

شمع رویوں کی لگن میں جل کے خاکستر ہوا
عشق کے کشور کا میرے نام پروانہ کرو

پیر چاہو ہو تو آ کر رشتہ اخلاص میں
چھوڑ دیو تسبیح وا پنے من کے تیں دانا کرو

دوستوں کے حق میں دشمنوں کی بات کو
تم ستی کہتا ہے حاتم سن کے مت مانا کرو

ولہ

کاقرینیا کیوں کرے ہے ہم سے ہو کر رام رام
حال میرا دیکھ لے گر ٹک ملاے خود کام کم

دور میں تیرے نین کی بست ہے عالم مدام
کیوں نہ ہوا کن غم سی سرگرداں لیکر جام جم

کیا ہوا گر پیچ کھا کھا دل میں رکھتا ہے گرہ
تا کجیا اس میں جو مارے زلفیں آدام دم

۱۔ شیخ محمد حاتم، حاتم تخلص شاہجہاں آباد است، می گوید کہ من با میان آبرو ہم طرح بودم مرتبت جاہل و متکمن و مقطع وضع، دیرآشنا غانداردو۔ دریافتہ نمی شود کہ ایں رنگ کہن باسبب شاعری است کہ ہیچ سن دیگرے خبیث یا وضع او ہمیں است ۔ خوب است بارا

جو صدا آتی ہے باتوں کی تیری مجھ کان میں | ہیں اُس سخن تیرے کے تئیں الہام ہم
یوں کہا تھا عشق نے چل حاتم بلایا ہے تجھے | دل سیتی جاتا رہا سنتے ہی یہ پیغام غم

(وله)

خلق کی گریے سیں آنکھوں میں پڑے ہیں پھوڑے | تو بھی دیکھی ہے جسے اس کو گئی ہے رو لے
دل سنگھ نمود ہر اگل کی من شادی میں | نا ہیں غنچہ دہن ہنس کر اگر ٹک بولے
دل عالم کو گرفتار کرے پیچوں میں | گرہ زلف اگر مکھ سیں پرے وکھولے
نہ گھٹے ایک رتی وزن میں الا ماشا | گر مرے من کو جو سو من کے برابر تولے
دو دھرے عشق کے میداں میں قدم کو حاتم | ہات اپنے کو جو کوئی خون جگر سے دھولے

(وله)

تجھ بن جان نہ تھی جان مری جان کے بیچ | آن کے پھر کے جلایا تو مجھے آن کے بیچ
ایک دن ہات لگایا تھا ترے دامن کو | اب تلک سر مے خجالت سیں گریبان کے بیچ
ہوئی زبان لال ترے ہاتھ سیں کھاتے بیڑا | کیا فسوں پڑھ کے کھلاتے تھی مجھے پان کے بیچ

ونیز مثنوی ایہام در تعریف حقہ بہ عجب پیچ و تاب بستہ از دست سے

تمنا کو کو نہ حیا تو کیا سبب ہے | ملا ہے گڑ نہیں اور کیوں گڑ طلب ہے
طلب ہے گڑ کی اس کو اس سبب سیں | ملا دے گر اسے لا من کے لب سیں

بانہاچہ کار. شعر بسیار دارد. دیوانش تا ردیف میم بدست آمدہ بود، و پارہ اشعار آن نگاشتہ می شوند۔ با سخن آشنائے بیگانہ است (نکات الشعرا ص ٨٩)

٢- اسرار معنی را الہم محمد حاتم حاتم. برخود می چیند و سیاہ متانہ می ردد

لا جب گڑ گڑا کو نام پایا — ہر اک نے چاہ کر تب منہ لگایا
کہے حقہ تمنا کر کیوں جلے ہو — کہ گنگا جل ترے پاؤں تلے ہے
اگن کو اب نئے بس لے بجھاوے — وگرنہ باعث جلنا بتا دے
تمنا کو نے کہا حقہ سے جل کر — برہ کی بات ہے سن تو سنبھل کر
اگن میں جان کر جو جی جلاوے — چمن میں عشق کے تب گل کہاوے
مری سنگت سے آتش تاب نئے ہے — اگرچہ نام اس کا آب نئے ہے
اگن میں پھول اور ڈنڈی ہی جل ہیں — گل خورشید ہے مثل کنول میں
کنول میں کوئلہ مثل اسو بزر ہے — بھنور پر چپیرا سرپوش زر ہے
سنا حقہ نے تمنا کو کا احوال — جگر کے خون سے رو رو کر بھر آیا ل
کہا یہ بیچ سیتی سوا از و بات — کہ ہیگا کام ہم سب کا ترے ہات
یہ سن من مار سیخا پیچ کھا کر — جبیں پر چیں چڑھا سینہ دکھا کر
کہانے میں کہ نے سب کی خبر رکھ — اپس کے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو ہم سر باں حقہ بلایا — کرم کہلے کے سیخا موں لگایا
لگا وہ لب سیتی یکدم میں پی نے — عزیز اب کر دیا عالم میں پی نے
لگا ہنال تب حق حق پکارا — کہ جیوں منصور پھر آیا دوبارا

زاد و بوم ش شاہ جہاں آباد است و طبع صرفش نقد و قلب سخن را نقاد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ محمد حاتم۔ حاتم تخلص۔ ہم صحبت میاں مضمون و آبرو است اصل وطنش از شاہجہان آباد است و در روزگار سلطنت محمد شاہ بادشاہ منصب مذہبی و خدمت بکاولی نواب عمدۃ الملک مغفور پایہ امتیاز داشت۔ بعد فوت او توکل بر روزگار نمود با کمال آزادگی می گذراند۔ کلیاتش ضخیم است

نہ حقہ میں صدا لے سر سری جان — کنھیا ہات گویا بانسری جان
بجا یہ حقہ و نیچے میں لے ہے — چو مطرب ہات چھلے دارنے ہے
نہ نے پر سالوی برہانپوری ہے — کہ جیوں کالے پہ کالی کیچلی ہے
نہیں حقہ مگر افغان لپسہ ہے — کہ چیرا کو چلی کا سر اوپر ہے
زری کی انیڈوی حقہ کی کیا نال — رہے ہو رات دن مانند خلخال
کمند دست محبوباں یہی ہے — انیس و ہمدم خوباں یہی ہے
یہی ہے یار یار و دل جلوں کا — یہی ہے درد میں ساقی سبھوں کا

وابیات دیوانش قریب چہار ہزار بیت از نظر گذشتہ۔ شعر خوب جستہ جستہ می برآید۔ حق تعالے سلامتش دارد (مخزن نکات صہ ۲۴)

۴۔ شیخ محمد حاتم۔ حاتم تخلص عمدہ نکتہ پردازان و علامہ سخن طرازان است۔ نکات رنگینش تازگی بخش دماغ ہائے محزون و خیالات دل نشینش از نزاکت معانی مشحون۔ اشعار دلاویزش گلدستہ انجمن و بہارستان طبعش اشک افزائے چمن است مثنوی حقہ کہ بہ جعفر علی خاں زکی محمد شاہ بادشاہ فرمایش نمودہ بود از دو دو شعر موزوں شدہ دیگر سرانجام نہ یافت شیخ محمد حاتم بہ اتمام رسانید۔ بہ نظر امعان جملہ سی بیت است۔ دران جامی گوید

کہا نیچہ نے یہ سب کی خبر رکھ — تو اپنے دل جلوں اوپر نظر رکھ
پیا ہو مہرباں جس دم پلایا — کرم کر لیکے نیچا منہ لگایا
لگا منہ نال تب حق حق پکارا — گویا منصور پھر آیا دوبارا
نہ حقہ میں صدا لے سر سری جان — کنھیا ہات گویا بانسری جان

سبھوں کو اس کا پسینا سود ہے گا | دھواں طفلوں کے حق میں دود ہیگا
نہ بولے آپ سیں جب لگ نہ بولو | کھلے نہ ہیچ جب لگ نہ کھولو
بہت سا جگ میں حاتم ڈھونڈا آیا | پھر ایسا دوسرا ہمدم نہ پایا

(۱۳) آبرو

میر مبارک آبرو تخلص در ایام محمد شاہ بادشاہ ترک منصب و دنیا کردہ بود متوکل و صاحب دیوان است۔ اشعارش در تمام ممالک محروسہ مشہور و معروف خصوص در دار الخلافہ شاہجہاں آباد مستثنئے وقت است۔

رستم اس مرد کی کہاتے ہیں قسم زوروں کی | تاب لاتا ہے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی
قادری جب سے سجی بر میں سجن بوٹی دار | عقل چکر میں گئی دیکھ کے چھب روں کی
لب میگوں پہ سیر سجن کے نہیں خط سیاہ | ڈار ٹوٹی ہے مٹھائی شکر خوروں کی
گانٹھ کاٹی ہے مرے دل کی تری آنکھوں نے | دو پلک نیں یہ کترنی ہے مگر چوروں کی
قدرداں حسن کے کہتے ہیں اسے مردہ دل | سانولی چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی
آبرو کوں ہیں کم ظرف کی صحبت کا داغ | کس کو برداشت ہے ہر وقت کے ٹک گوریکی

ولہ

نہیں گھر میں فلک کے دل کشائی | کہاں ہوتی ہے یاں میری رسائی

بقیہ گذشتہ

نہ کے پر سالوی برہان پوری ہے | کہ جیوں کالے پہ کالی کیجری ہے
بوقت تحریر ایں چند ابیات دیوانے ضخیم از و بدست آمد (چمنستان شعرا ۱۴۳)

کریں جو بندگی ہوویں گنہ گار | نرالی ہے بتوں کی کچھ خدائی
تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے | کہے سے ہوتی تم کو ضد سوائی
ذبح کرنے کو ناحق بے کسوں کے | بتا تیری کمر کس نے کسائی
رہیگا نا نو کیونکر آبرو کا | گلی اس راہ کی جب ہاتھ آئی

ولہٗ

آیا ہے صبح نیند سے اٹھ کسمسا ہوا | جامہ گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا
کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا زنگ زرد | سونا وہی جو ہووے کسوٹی کسا ہوا
قامت کا سب جگت منے بالا ہوا ہے نام | قد اس قدر بلند [illegible] رسا ہوا

۱۔ میاں نجم الدین عرف شاہ مبارک متخلص بہ آبرو متوطن گوالیار نبیرہ حضرت محمد غوث گوالیاری است نوراللہ قبرہ از ابتدائے جوانی در شاہ جہاں آباد آمدہ چنانچہ مشق سخن ہم اینجا کردہ۔ شاگرد خاں صاحب سراج الدین علی خاں است۔ از چشم پوشی روزگار در حال شباب یک چشمش از کار رفتہ بود۔ شاعرے نادرہ گوئے ریختہ ی گویند کہ طبع شوخے داشت۔ غرض متنقی وقت خود بود کہ عہد محمد شاہ باشد۔ خدایش مغفرت بکند (نکات الشعراص ۹)

۲۔ شمع محفل گفت وگو شیخ نجم الدین مبارک آبرو۔ گوالیہ متوطن ان بزم آرائے معنی است و خاطرش گنجینۂ گوہر سخندانی۔ حتا کہ معنی تلاش را بر طاق بلند گذاشتہ و باستقلال مملکت سخن رایت شاہی افراشتہ مدنار نول مدتے بہ رفاقت حضرت ابوی دام ظلہ بسر بردہ و بہ جائزات نمایاں موصول گردیدہ (تذکرۂ گردیزی قلمی)

زاہد کے قد کے خم کو مصور نے جب لکھا — تب کلک ہاتھ بیچ اتھا سو عصا ہوا
زاہد ہے آج مجمع رنداں میں نیم جاں — خرگوش جیوں کہ پھیر میں آ ادنا ہوا
یوسف کو اپنے اور گیا کھینچ چاہ سے — مضمون جذب عشق زلیخا رسا ہوا
اے آبرو اول ہے سمجھ پیچ عشق کا — پھر زلف سیں نکل نہ سکے دل پھنسا ہوا

ولہ

کیا ادا سے وہ بھوں مٹکتی ہے — کہ مرے دل میں جا کھٹکتی ہے
زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو — کہ گویا عرش پر لٹکتی ہے

٤٣- شاہ مبارک متخلص بہ آبرو مردے بود درویش منش قلندر مشربے متوطن گوالیار از فرزندان محمد غوث۔ بعالم حسن پرستی اشتہار تمام داشت چنانچہ مثنوی صد و پنجاہ بیت در باب تعلیم آرائش خوباں روزگار بسیار بسلاست موزوں کردہ است بالجملہ شعر ریختہ بوضع خود بسیار مربوط می گفت و مشق سخن بخدمت سراج الدین علی خاں آرزو میکرد کہ بالفعل در فضیلت و کمال فوقش متصور نیست حق تعالیٰ سلامتش داراد و زیادہ بریں از کمالات آں بزرگوار مثل من ہیچمداں چہ نویسد کہ شمار قطرہ آب باراں نمودن و مساحت افلاک پیمودن است ہر چند دماغ ہیچمدان بہ ریختہ وفا نمی کند لیکن وسعت اخلاقش تا بحدیست کہ شعر میاں آبرو را بہ نظر اصلاح ملاحظہ می نمودہ بلکہ گاہ گاہ و بہ پاس خاطر او خود ہم دو سہ بیت ازیں قبیل می فرمودہ (مخزن نکات ص ١٤)

٤٤- شیخ نجم الدین آبرو آبروبخش بزم سخن و سرخروے معرکہ ایں فن است گلستان گوالیار از آب پاشش سخنش آب و رنگے تازہ گرفتہ و نہال ہستی او مدتے در نارنول

کیا ہوا اگرچہ مر گیا فرہاد　　روح پتھر سے سر پٹکتی ہے

ولہ

کیا قہر ہے پیارے رخ کا ترے مٹکنا　　پھر قہر پر قیامت اس زلف کا لٹکنا
ملا کے نین پیارے اسپند کر جلا دے　　کیوں مار تلملے ہے نازک رخسار پر چھٹکنا
جس گال کی صفا پر نظریں نہیں ٹھہرتیں　　اس گال پر عجب ہے دل کا مرے اٹکنا
ابرو نے تیل لس پہ تل کا رکھا غلیلا　　ہر زاغ بوالہوس کا مشکل ہوا پھٹکنا

طراوت پذیرفتہ در معنی یابی بر یواں موزوں خیالی داد سخن میدہد و گلگشت خیابان اشعارش انشراح فراواں بہ نظارگیاں می بخشد۔ متانت الفاظ و نزاکت معنیش بر سخن فہمان انصاف درست روشن است۔ اشعار ایہام بسیار میدارد و مرزا رفیع سودا

اورا در مقطع یاد می کند و می گوید۔

نہ ملی کم ظرف سے ہرگز بقول آبرو سودا　　کسے برداشت ہے ناحق اٹھاوے کون تخم ٹوٹا

می گویند کہ در عہد محمد شاہ بادشاہ تاج زندگی بر سر می داشت مثنوی او متضمن بر ترغیب آراستگی معشوق کہ جلد یکصد بیت خواہد بود بہ نظر درآمد مطلعش اینست

ہے سزاوار شادہ با کمال　　جلوہ گر جس نے کیا حسن اور جمال

حق کہ شاعر شیریں مقال و معنی یاب متین خیال است دودمان وجود ہستی آوازہ چراغ سراج الدین علی خاں آرزو ضیا گرفتہ و لولوئے گران بہا سخن را بہ نہایت آب و تاب در رشتہ نظم سفتہ منتخب دیوانش بہ نظر در آمد۔

(چمنستان شعرا ص ۸)

(۱۴) مظہر

مرزا مظہر جانجاناں مظہر تخلص کہ اشعار فارسی و ہندی او از بلاد ہندوستان تا دکھن زبان زد عالم اظہر من الشمس است۔ از اوست

یہ گل کو بھیجتا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ اس واسطے پڑا ہوں چمن میں ہوا کے ہاتھ

۱۔ مرزا جان جاں مظہر تخلص مرد یست مقدس، مطہر، درویش، عالم، صاحب کمال شہرۂ عالم، بے نظیر، معزز، مکرم۔ اصلش از اکبرآباد است۔ پدر او مرزا جان جاں نام داشت از فرط شفقت مرزا جان جاں می گفت۔ ازیں سبب ہمیں اسم موسوم است۔ بندہ بخدمت در رفتہ سعادت اندوز گشتہ است۔ اکثر اوقات در یاد الٰہی صرف می کند۔ خوش تقریر بمرتبہ است کہ در تحریر نمی گنجد۔ دیوان مختصر شعر فارسی او بہ نظر فقیر مولف آمدہ است از سلیم و کلیم پایہ کمی ندارد۔ اگرچہ شعر گفتن دون مرتبہ است لیکن گاہے متوجہ ایں فن بے حاصل نیز می شود۔ انعام اللہ خاں یقین و خریں کہ شاعر ریختہ اند از شاگردان اوئید۔ غرض مرزا عجب کسے است (نکات الشعرا ص۵)

۲۔ ادا فہم معنی پرور مرزا جان جان مظہر اصلش از معمورہ بخارا و مولد و منشاش اکبرآباد۔ اسش بہ شرافت نسب و نبالت (؟) حسب موصوف است بہ مکارم اخلاق شریف معروف۔ حقا کہ ذاتش مظہر تجلیات الٰہی است و مظہر انوار فیوضات غیر متناہی۔ از بدو حیات الیٰ یومنا ہذا کہ عمر شریفش بہ پیمانہ اش خطوہ متین از بلند نشتی بہ توکل و از والبسری بردہ و از والاہمتی سر استغنا بہ بادشاہ و وزیر فرو نساختہ۔ متکی مسند فراغت و مربع نشین چار بالش عزلت از انجا کہ از علم

جلتا ہوں میرزائی گل دیکھ ہر سحر — سورج کے ہاتھ چونری پنکھا صبا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) فقہ و حدیث حظے وافر دارد و از کتب سیر و تواریخ بہر مکاثر نرش از بلند ہمتی بہ شعر و شاعری فرو نمی آید۔ و ایں شغلہ را سرمایہ افتخار نمی انگارد۔ چنانچہ اکثرے از اشعارش از راہ بے پروائی از صفحۂ خاطر محو شدند و برخے از عدم اعتنا و توجہ بایں فن مہجور ابتر گشتند۔ لیکن چوں عشق سخن سر رشتہ لب و سخن است و ہر معنی جا گزین دلش از فرط امتلائے عشق معنی ہر گاہ از صحبت صوفیان خانقاہ و مستفیدان خدا خواہ فرصتش دست بہم می دہد متوجہ شغل بے حاصل می گردد۔ و مرزا مظہر فارس دو میدان دوا ما و مملکت بیان است چہ شعر فارسی اش بغایت لطافت و نظم ریختہ اش نہایت عذوبت۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۴۔ مرزا جان جاناں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ عالم و عامل عارف کامل سر آمد ارباب تحقیق و پیشوائے اہل تدقیق است۔ در ظاہر و باطن مرتبہ رفیع و شانے عظیم دارد۔ در اوائل جوانی کہ مقتضائے آں ظاہر است بہ شعر و شاعری مشغول بود۔ آخرہا خود را از آں اندیشہ باز داشتہ بر سجادۂ طاعت بہ فقر و قناعت می گذراند۔ و ہمیشہ ہمتش مصروف تکمیل اہل ارادت می باشد۔ ایں چند بیت ریختہ و غیرہ تلامذہ ایں فن برائے تعلیم انعام اللہ خاں یقین موزوں کردہ۔ (مخزن نکات ص ۳۴)

۵۔ امیرزا جان جاں مظہر سلمہ اللہ تعالیٰ بادہ نوش خمخانہ معنی و جرعہ چش ساغر سخندانی است۔ فقیر ترجمہ احوال آں علامہ سخن پرداز مفصلاً از تذکرہ قبلہ برحق حضرت غلام علی آزاد مد ظلہ العالی می طرازد۔ و ایں گلدستہ رنگیں را حسن افتخار خود بشناختہ زیب انجمن بیاز د کہ "میرزا مظہر جان جاں سلمہ اللہ تعالیٰ مظہر فیض الٰہی ست

آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سیں　　مینا لگا ہے جب سینی محبوب سے تو لگے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) و مشرق صبح آگاہی شاہ مسند فقر و فنا مقیم آستان توکل و استغنا
نام والد ماجد او میرزا جان است ازیں جا وجہ تسمیہ او تواں دریافت۔ اما نام و تخلص او
گویا غایت ترجمان اسرار قیومی مولانائے رومی است کہ پانصد سال پیش ازیں در
دفتر ششم مثنوی بارشاد فرمودہ کرامتے نمایاں بہ حضار انجمن استقبال وا نمودہ یعنے

جان اول مظہر درگاہ شد　　جان جان خود مظہر اللہ شد

لیکن نام او بر السنہ میرزا جان جاناں جاری شدہ ایں اسم ہم معنی بلند دارد۔
فقیر را با میرزا ملاقات صوری صورت نہ بستہ اما غائبانہ اخلاص کامل است و ہمیشہ
بہ آمد و رفت مراسلات حظ ہم کلامی حاصل۔ میرزا جامع فقر و فضیلت و سخن گستری است
و در قبضۂ اسم خود روح الروح معنی پروری عروس متعال را بہ شاطگی ذہنش
طرز تازہ و تصویر خیال را بہ تر دستی فکرش حسن بے اندازہ۔ شعلۂ آوازش آتش زن
خرمنہا و شوخی اندازش شور افگن انجمن ہا۔ فقیر در اثنائے تحریر ایں کتاب تکلیف
ترجمہ کرد۔ میرزا ترجمہ خود و اشعار آبدار بہ تحریر در آورد و متاع نفیسے از انفاس نفیس
ہدیہ دوستاں ساخت۔ نسخہ برجستہ این است۔ فقیر جانجاں متخلص بہ مظہر پسر میرزا
جان، جانی تخلص علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب است۔
در عشرۂ اولے مائۃ ثانیہ بعد الف ولادتش اتفاق افتاد۔ نشو و نمائے ظاہری در
بلدۂ اکبر آباد یافتہ۔ تربیت باطنیش در معسکر شاہجہاں آباد از جناب سید محمد
بدائونی نقشبندی مجددی واقع شد۔ سلسلہ نسبتش بہ بیت و ہشت واسطہ توسط
محمد بن حنیفہ بہ شیر بیشہ کبریا علے مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ منتہی شود۔ جد اعلیٰ او

برگ حنا اوپر لکھو احوال دل مرا　　شاید کبھی تو جا کے لگے دل ربا کے ہاتھ

(بقیہ گذشتہ) امیر کمال الدین در اوایل مائۃ تاسعہ از خطہ طائف بہ جذب قسمت
بجد و در ترکستان رخت اقامت انداخت و بہ فرمانروائی بعضے ازآں ممالک عمر گزرانید۔
اولاد کثیرہ بہم رسانید۔ ازآنہا امیر مجنون و امیر بابا در حین فتح ہندوستان
کہ بردست ہمایوں پادشاہ اتفاق افتد دریں مملکت وارد شدند۔ ازاں باز خدمت
ورفاقت سلاطین گورگانیہ شعار مردم ایں خاندان بود۔ میرزا جان مذکور کہ در ششم
مرتبہ از امیر بابا و در عہد دوازدہم از امیر کمال الدین مسطور واقع است بہ عہد عالمگیر
پادشاہ علیہ الرحمہ بعالی منصب ترک دنیا سرفراز گردید۔ وایں خاکسار از بدو طفلی
ہوائے مال وجاہش زر در سرنہ پیچید۔ بعد تحصیل ضروریات ایں مشت غبار خود
ابدامن دولت از خود رفتگان بستہ بامید آنکہ چشمے در عالم دیگر باز کند۔ چوں
نقش قدم بر در ایشاں نشستہ است ازبس دماغش ضعف قوی دارد وتاب تدبیر
اسباب نمی دارد وتجرید وتفرید اختیار کردہ نان برخوان دو نان نخورد۔ وچوں
گل عمر خود را بہ یک خرقہ بسر بردہ بہ تحریک شور عشقے کہ نمک خمیر اوست گاہ گاہے
بہ فریاد وافغاں درچوں نامہ اش موزوں واقع می شود، احباب از راہ جوہر شناسی
بہ میزان اشعارش می سنجند۔ وگرنہ او را از غایت انصاف نظر بہ بے سرمایگی خود
دکانے بر سخن نچیدہ۔ زیادہ بریں نیست کہ نظر بزرگاں یافتہ حسن قبولے بہم رسانیدہ
است۔ اوسبحانہ حسن خاتمہ ہم نصیب کند۔ راقم سطور یعنے صاحب می گوید کہ
ذات میرزا مغتنم است۔ حق جل جلالہ دیرگاہ سلامت دارد۔ ہمائے توصیفش
نہ مرغ است کہ بہ چنگ شاہین تقریر آید وصحرائے تعریفش نہ خطہ است کہ

مظہر چھپا کے رکھ دل نازک اپن کا توں　　یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

(۱۵) سودا

مرزا محمد رفیع سودا تخلص منصبدار بودہ متوطن شاہ جہاں آباد۔ مرد سودا مزاج و کم سخن، از او ست۔

(بقیہ گذشتہ) خامۂ تیز گام تحریر ربطے نماید۔ کمال فضل او از کلام یقین کہ یکے از تلامذہ چوں شہنشاہ جہان معنی است پیدا می شود۔ والا رتبہ اقتدارش از حدیث دردمند کہ جانگی خوار مایدۂ آں ماہ آسمان سخندانی است ہویدا می گردد۔ لآلی منظومات فارسیش از لآلی بہ نہایت غلطانی و ثواقب طبع زاد اشعارش در غایت درخشانی است　　(چمنستان شعرا ص ۲۴۶)

ا۔ میرزا رفیع المتخلص بہ سودا کہ جوانیست خوش خلق و خوش خوے، گرم جوش، یار باش، شگفتہ روے مولد او شاہجہان آباد است، نوکر پیشہ، غزل و قصیدہ و مثنوی و قطعہ و مخمس و رباعی ہمہ را خوب می گوید۔ سرآمد شعراے ہندی اوست، بسیار خوشگو است، ہر شعرش طرف لطف رستہ رستہ، در چمن بندی الفاظش گل معنی دستہ دستہ۔ ہر مصرعہ برجستہ اش را سرو آزاد بندہ، پیش فکر عالیش طبع عالی شرمندہ۔ شاعر ریختہ چنانچہ ملک الشعرائی ریختہ او را شاید۔ قصیدہ در ہجو اسپ گفتہ بہ تضحیک روزگار دور از حد مقدور درا و صنعتہا بکار بردہ مطلعش اینست۔

ہے چرخ جب سے ابلق ایام پر سوار　　رکھتا نہیں ہے دست عناں کا یہ یک قرار

اکثر اتفاق طرح غزل باہم می افتد۔ غرض از مغتنمات روزگار است

سودا ہوا ہے لیک رگ دل میں جوش ہے　　تم نشتر مژہ سیں صنم خون کم کرو

(بقیہ گذشتہ) حق تعالیٰ سلامتش دارد (نکات الشعرا ص ۳۲)

۲- نکتہ داں بے ہمتا مرزا محمد رفیع سودا - مرد لیست سپاہی پیشہ (؟) درست اندیشہ - حقا کہ رتبہ شعرش عالی است وسخن دردمندانہ اش حالی - امروز در میدان گفت وگوئے سبقت از اقران وامثال خود می رباید و داو معنی یابی ورنگین خیالی می دہد (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳- عندلیب خوش نغمہ گلشن روزگار - گل سرسبد محافل اشعار - یگانہ کشور فضل نقاوہ دودمان کمال انتخاب نسخہ صاحب کمالی حضرت میرزا رفیع سودا مدظلہ العالی دریچہ نزہت گاہ معنی بروئے وے کشادہ است کہ درمصرع کلک طرازش شہرت را آمادہ اشعار رنگیں وقصاید متین دارد - چنانچہ قصیدہ کوہ در پیکر ورزمیہ بہار دبحر بیکراں وتضحیک روزگار وغیرہ از تصانیف اوست والدش تفیش مرزا شفیع نام مغل زاد بعمل تجارت مشہور بود - بوقت معہودہ بتقدس برین شتافت زرے کہ از ترکہ وے بدست مرزا افتاد در مدت قلیل بمقتضائے شاعرمزاجی بر سبیل یا دوستیہا بباد داد وبمصاحب پیشگی برآمد - قبول ملوک نامدار وتقرب سلاطین عالی مقدار او را میسر گشت - بالفعل بخطاب ملک الشعرائی کہ ہمین پایہ سخنوران است اعزاز واستیاز دارد - الٰہی سایہ اش از سرے سروپایاں کم مباد بمجنون وفرہاد (مخزن نکات ص ۳۵)

۴- میرزا محمد رفیع سودا تخلص صیاد غزالاں سخن وسرآمد نکتہ سرایاں ایں فن است

نسیم بھی ہے زمانے میں اور صبا بھی ہے ہماری خاک کو دیکھو کہ کچھ رہا بھی ہے
سنبھال رکھ یہ قدم خار دشت پر مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(بقیہ گذشتہ) شاہین زبان ناقص بیان کہ پارۂ لحمے بیش نیست چہ جرأت کہ بہ ہوائے توصیف آں ہمائے اوج نازک خیالی چنانکہ باید بال کشاید۔ و شبدیز قلم و زبان راکہ بیش از گیاہ نہ چہ قدرت کہ در میدان تعریف آں فارس مضمار خوش مقالی جولاں نماید۔ خلعت رنگین سخن طرازی بہ قامتش دوختہ اند و طوطیان ہندوستان شکر بیانی از آں آئینہ دل آموختہ۔ گویا نزاکت مضامین دلچسپ حسن بہ یوسف بہ قماش حسن اختتام پذیرفتہ و ایں زبان کج مج ریختہ در زمانش بہ یمین اقبال آں نکتہ بردار درجۂ علویت کردہ (. . . . . .) ازاں ملک الملوک مملکت فن و شہنشاہ قلمرو سخن آموز بہ کوس اناولاغیری . . . . ہر یک معنی بلند و غواص لآلی دل پسند۔ الحال . . . صوبہ دکن بانگ نغمات دہد بطورش خوش نما۔ کلیاتش متضمن بر قصاید و مثنوی و . . . . . مخمس و ترجیع بند و قطعہ و رباعی و مرثیہ قریب دو ہزار بیت بہ نظر اسعان رسیدہ . . . . . ازاں دریافت باید کرد کہ چہ لآلی گرانبہا بسلک نظم کشیدہ . . . . . . کہ در ہمہ اقسام سخن ممتاز اقراں بر آید و موزونے بسمع نرسید کہ در پلہ میزان آمداز کامل عیار نماید۔ اگر صریر کلکش را ہمدم اعجاز مسیحا انگارم بجا کہ دل مردگاں را حلول جان تازہ ازاں متصور۔ و اگر چشمہ خضر را در ظلمات الفاظ نوائش پندارم روا کہ حیات سخن نام صاحب از و ممکن۔ حقا کہ ہر نقطہ نقش پذیر قلمش مثال سیاہی مردم بر بیاض دیدۂ جاودانی است و ہر یک بیت طبع زادش چوں مصرعیں ابرو بر چشم نہادنی قصیدہ او قریب شصت بیت در مدح نواب سیف الدولہ بہادر و در تمہید ہجو بعضے شعرائے دہلی . . نظر آمدہ تمہید خوبے دارد (چمنستان شعرا ۱ ص ۳۲۲)

(۱۶) ناجی

ناجی شاعر بود در شاهجهان آباد ۔ مضمون ہائے خوب می بست ۔ از اوست
ڈوب گئے کئی ملک جب کھولی لب دریا پہ زلف ٭ حیف ناجی کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

۱۔ محمد شاکر ناجی جوانے بود ابلہ رو، سپاہی پیشہ ۔ مزاجش بیشتر مائل بہ ہزل (ہزل جو
معاصر میاں آبرو ۔ بندہ با او یک دو ملاقات کردہ بودم ۔ شعر ہزل خود می دزدید
(می خواند) و مردمان را بخندہ می آورد و خود نمی خندید ۔ مگر گاہے تبسم
می کرد ۔ وطنش شاہ جہاں آباد ۔ جوان از جہان رفت (نکات الشعراء ص ۳۰)
۲۔ محمد شاکر ناجی گویند روئے بہرزہ داشت و بہ عنوان سپہ گری عمر
می افراشت طبیعتش اکثر مائل با ہاجی بود (تذکرہ گردیزی قلمی)
۳۔ محمد شاکر ناجی تخلص سپاہی پیشہ بود در مطاوی کہ مصرع شعر پر از معنی آبدار
ودیعت می نہاد ۔ و بہ درستی طبع و رسائی فکر داد سخنوری می داد وزادگاہ او دار الخلافت
شاہ جہاں آباد است ۔ با برادر فقیر کہ منعم تخلص می کرد و شعر فارسی بسیار بہ تلاش ہائے
معنی نیکو می گفت رابطہ اتحاد مربوط داشت ۔ گاہ گاہ بتقریب خانہ تشریف می آورد
بندہ خود در خورد سالی او را دو سہ بار دیدہ ام مزاجش خیلے مائل مزاح بود ۔ اللہ تعالیٰ
رحمتش کناد (مخزن نکات ص ۱۱)
۴۔ محمد شاکر ناجی تخلص ۔ از شعرائے شاہ جہاں آباد است شعرش آب و رنگ تازہ
و معنی اش بے اندازہ ۔ ردی (چمنستان شعراء ص ۳۰۹)

(۱۷) تاباں

میر عبدالحی نام تاباں تخلص مغل زادہ از ہم مجلسیان میرزا مظہر جان جانان
فرد خوب گفتہ ؎

مضرت ہی تجھے عاشق کے مارے سیتی اے ظالم کہ ہم تلخی کشوں کا خون ہیگ زہر قاتل ہے

۱۔ میر عبدالحی تاباں نوجوان بامزہ بود۔ سید نجیب الطرفین مولد او شاہجہاں آباد است بسیار خوش فکر و خوبصورت، خوش خلق، پاکیزہ سیرت، معشوق عاشق مزاج تا حال در فرقہ شعرا ہمچو او شاعر خوش ظاہر از مکمن بطون عدم و بعرصہ ظہور جلوہ گر نہ شدہ بود۔ زبان رنگینش پاکیزہ تر از برگ گل گلستان سخن را نازک و باغ بلبل سمند رنگینی فکرش باگلگوں باد بہار طالق النعل بالنعل است ہر چند عرصہ سخن او ہمیں در لفظہائے گل و بلبل تمام است اما بسیار بہ رنگیں می گفت از دیدن رنگ آتش بے اختیار از دہن من گل کمالش سر می زد۔ بنسبت بہ شعر او استاد او را رتبہ شاگردی او نہ بود۔ با فقیر یک صفائی داشت۔ از چندے بہ سبب کم اختلاطی این ہیچمدان کدورتے میان آمدہ بود۔ اجلش مہلت نہ داد کہ تلافیش کردہ آید۔ آخر آخر کہ اوائل جوانی او بود ایں قدر مداومت شراب کردہ کہ ملاقات ہمہ یاران موقوف شد۔ اکثرے از دوستانش کہ بخانہ او می رفتند او را مست طافح می یافتند و آب بروں ایں ناجرا را ببینید کہ ہشت ہفت روز بودیعت حیات سپردن او باقی ماند یک مرتبہ توبہ کردہ و بہمہ آشنایان خود رقعہا نوشتہ کہ عزیزان من توبہ کردہ ام شما شاید خبر گیران

نقل است روزے مصرع از زبان میر مبارک آبرو بدیہہ طبع زاد گردید مصرع اینست۔

دہلی کے شاعروں میں اک آبرو ہو آہے

چنانچہ از اہل محفل تاباں در مجلس میرزا مظہر جان جاناں مصرع صدر بر خواند میرزا در جوابش فی الفور ایں مصرع رسانید ع

جانے سے ایک چشم کے بے آبرو ہوا ہے

(بقیہ گذشتہ) من باشید چرا کہ شراب بہ سبب کثرت استعمال مزاج من شدہ بود از گذاشتن ایں از خود گذشتن من پر نزدیک می نماید۔ غافل از احوال من بودن از عقل بسیار دور است۔ آخر الامر ہماں شد کہ گفتہ بود۔ حاصل آفتاب تاباں عمر او زود بہ لب بام رسید معشوق عجیبے از دست روزگار رفت۔ افسوس افسوس، افسوس، امید قوی است کہ حق تعالیٰ مغفرتش کردہ باشد (نکات الشعراص ۱۱۴)

۲۔ نخل بند گلشن بیاں میر عبد الحی تاباں جوانے بود خوب صورت وخوش سیرت شمع محفل جانہا وچراغ بزم دلہا در خاک پاک ہندوستان نخل حیاتش وبلند شدہ بود۔ ہمیں گل زمین بہ نشو ونما رسیدہ۔ در عنفوان جوانی خاک مال فلک خوردہ بساط حیات مستعار برچیدہ، داعی اجل را اجابت کردہ (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ خانہ بر انداز محبت خراماں میر عبد الحی المتخلص بہ تاباں جوانے بود در نہایت حسن وجمال ہم صحبت یاران حال۔ باوجود لیلیٰ فتی مجنون را آداب محبت اموختی و با کمال انجمن آرائی شمع وار داغ بر جگر سوختی۔ اخلاق حمیدہ واوصاف پسندیدہ داشت

مردمان ایں مصرعۂ ثانی را باز بہ سمع میر مبارک آبرو رسانیدند میر فوراً بر زبان آمد

کیا ہوا حق کے کئے سے کور میری چشم ہے ۔۔۔ آبرو جگ میں ہے تو جان جاناں پہ ہے

میرزا مظہر جان جاناں در جوابش فی الفور گفت ؎

مبارک باد تم کو آبرو صاحب سخنور ہو ۔۔۔ بھلے ہو یا برے ہو خوب ہو کان جواہر ہو

(بقیہ گذشتہ) آخر حال بہ رفاقت نواب عنایت اللہ خاں بہ تنعم می گذراند۔ چوں در خوردن کثرتہا کرد۔ رطوبت فضلی بہم رسانده مستقی گردید دیہ ہمیں احوال از جہاں رفت

(مخزن نکات ص ۴۲)

(۴) میر عبدالحی تاباں تخلص طوطی است شکر بیان و بلبلے است ہزار داستان آفتاب طبیعتش بہ نہایت درخشانی و لآلی گراں بہائے سخنش بکمال افشانی است ۔ می گویند کہ از وجاہت صوری نصیب وافر ۔ داشتہ بود۔ متانت معیش دل نازک خیالاں را صید می نمود لیکن آخر در عین عنفوان شباب ورق زندگانی بگردانید و موجہ گلگشت جاودانی گردانید اے ع طفلے کہ خوش محاورہ افتد نماندنی است ۔ میر تقی میر در تذکرہ نکات الشعرا اور اشاگرد محمد علی حشمت می نویسد و در دیوان خود اقرار تلمذ حاتم می نماید چنانچہ می فرماید ؎

اس ہی رتبہ ہوا ہے تب سے اس کے شعر کا ۔۔۔ جب سے حاتم نے توجہ کی ہے تاباں کی طرف

نیز می گوید ؎

ریختہ کیوں نہیں حاتم کو سناؤں تاباں ۔۔۔ اس سوا دوسرا کوئی ہند میں استاد نہیں

حاتم در دیوان خود اکثر جا یاد می کند ؎

ریختہ کے فن میں ہیں شاگرد حاتم کے بہت ۔۔۔ پر توجہ دل کی ہے ہر آن تاباں کی طرف

ظاہراً تحصیل علوم بخدمت حشمت کردہ باشد و اصلاح شعر از حاتم می گرفت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الحاصل اشعار ہائے ریختہ اش بسیار آمد بوقت تحریر ایں کتاب دیوان مختصرے قریب ہفتصد بیت بدست افتاد۔

(۱۸) یقین

انعام اسد خاں یقین تخلص برادر زادہ میرزا مظہر،[۱] در خدمت میرزا رسوخ تمام داشت۔ بنا براں میرزا خود بہ تخلص یقین ارشاد فرمودند۔ شاعر متین است۔ از اوست

اس کو اب خشم و رضا میرا برابر ہو گیا
حیف مضموں روٹھنے کا بھی مکرر ہو گیا

دلبروں کے نقش پا میں ہی صدف کا سا اثر
جو مرا آنسو گرا اس میں سو گوہر ہو گیا

کیا بدن ہو گا کہ جس کے کھولتے جامے کا بند
برگ گل کی طرح ہر ناخن معطر ہو گیا

آپ سے جب لگ نہ تھا واقف کہاں یہ تھا یکو
دیکھتے ہی آئینہ میں منہ سکندر ہو گیا

آنکھ سے نکلے پر آنسو کا خدا حافظ یقین
گھر سے جو باہر گیا لڑکا سو ابتر ہو گیا

۱۔ انعام اللہ یقین تخلص شاعر ریختہ، صاحب دیوان، از بسکہ اشتہار دارد محتاج بہ تعریف و توصیف نیست۔ تربیت کردۂ مرزا مظہر است۔ پدرش اظہر الدین خاں نام دارد۔ با جدش در سرہند ملاقات کردہ بودم۔ بسیار آدم با مزہ یافتہ۔ بہ سلوک پیش آمدہ و ضیافت فقیر کردہ تا دیر رشتۂ صحبت مستوفی داشتم۔ شعر بطرز می گوید۔ آمدم بر سر مطلب۔ میاں یقین را مردماں می گفتند کہ مرزا مظہر او را شعر گفتہ می دہد و وارث شعرہائے ریختہ خود گردانیدہ از قبول کردن ایں معنیش بندہ را خندہ می آید کہ ہمہ چیز بہ وارث می رسد۔ الا شعر مثلاً کسے بر شعر پدر خود یا بر مضمون او متصرف شود ہمہ کس او را دزد خواہند گفت تا بہ شعر استاد چہ رسد۔ القصہ پر و پوچے

ولہ

طلا اس حسن کے شعلے آگے آب ہو جاتا اسے گر دیکھتا ردیا پگل سیماب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) چیدے کہ یافتہ است کہ ما وشما نیز می توانیم یافت، ایں قدر برخود چیدہ است کہ رعونت فرعون پیش او پشت دست بر زمین می گذارد۔ بعد از ملاقات ایں قدر خود معلوم شد کہ ذائقہ شعر فہمی مطلق ندارد۔ شاید از ہمیں راہ مردمان گمان اموزونیت در حق او داشتہ باشند۔ جمع برایں اتفاق دارند کہ شاعری او خالی از نقص نیست۔ چرا کہ شاعر ایں قسم کم فہم نمی باشد از شخصے منقول است کہ بخانہ عطیت اللہ خاں کہ پسر نواب غنایت اللہ خاں مرحوم باشد یقین نشستہ بود دمی گفت۔ از اں روزے کہ مرزا دست استادی در سر من داشتہ است شعر من ترقی کردہ شخص مذکور ایں مصرع نظامی پیش حضار مجلس بہ آواز بلند خواند۔ مصرع شد آں مرغ کوخایہ زریں بہ ساد حاصل اورا بیضہ در کلاہ شکست میاں شہاب الدین ثاقب کہ احوال او نوشتہ خواہد شد نقل می کرد کہ من بمحض برائے امتحان بخانہ او رفتم و یک غزل طرح کردم من غزل بالفرم رسانیدم واز و مصرع موزوں نشدہ اللہ اعلم۔

میاں محمد حسین کلیم کہ احوالش گزشت قصیدہ گفتہ است مسمی بہ روضۃ الشعرا درو نام تمام شعرا را نقل کردہ از اں جملہ نام ایشاں را نیز آوردہ لیکن بہ کنایہ غریبے کہ سخن فہم می فہمد و آں اینست۔

بعتیم کے شعر دل پر ہو یا بدگماں بعضے کا تکیں نہ عملات سے ہم نے بوجھا ہیگا مرزا جان جاناں کو

اثر خوبانِ خندق زیب کی گلیوں میں یہ دیکھا کہ جو گرتا تھا اشک خون وہاں عناب ہو جاتا
کسی کی خنجر قاتل نے اسکی پیاس کے حق میں کئی زخم اور اگر لگتے تو دل سیراب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) نام مرزا جان جان است و شاعر جان جاناں بستہ۔ چوں اکثر عوام نام مرزا از غلطی جان جاناں گویند شاعر مذکور نظر بر شہرت ہمچنیں موزوں کردہ اگرچہ نمی بایست کہ گفتگوے ما با خواص است۔ در بزرگ زادگی و شرافت میاں یقین سخنے نیست از خانوادہ بزرگیست۔ با بندہ ہم آشنائی سرسری دارد۔

(نکات الشعراء ص ۸۴)

۲۔ صاحب تلاش معنی رنگین، انعام اللہ خاں یقین پسر اظہر الدین خان بہادر مبارک جنگ نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی است۔ نبیرہ نواب حمید اللہ خاں مرحوم شہباز خیالش بہ صید معنی بلند پرواز است و ہمائے اندیشہ اش بر قلہ قاف سخن بر پر فشانی ممتاز، پے اغراق ریختہ گوئی را بر طاق بلند گذاشتہ و تخم معنی در زمین سخن کاشتہ و آنچہ از طبعش سرزدہ۔ از فرط شیوع و حسن قبول در تمام ہندوستان بر افواہ و السنہ جاری است۔ استفادۂ سخن از افادت گاہ مرزا جان جاں مظہر گرفتہ چنانچہ گوید ے

جوں نماز اپنی تو صبح و شام لازم کر یقین حضرت استاد یعنے شاہ مظہر کی ثنا

با مولف اخلاص دارد و اکثر با بہ ملاقات می پردازد (تذکرۂ گردیزی قلمی)

۳۔ صدر نشین بزم شعرائے متاخرین انعام اللہ خاں یقین۔ شاعر صاحب طرزے یگانہ عود و حید دہر است۔ بہ اخلاق حمیدہ انصاف دارد۔ و مصرع از زبانش

اگر تجھ کو زلیخا دیکھتی سب کچھ بسر جاتی تماشا ماہ کنعانی کا اس کو خواب ہو جاتا
یقین سوز و گداز اپنے کو گر اظہار یہ کرتا خدا شاہد کہ آتش کا بھی زہرا آب ہو جاتا

(بقیہ گذشتہ) سحر طرازش بہ ایں ہمہ لطف و خوبی می تراود کہ بہ محو استماع دل عشاق قطرات خوں شدہ از دیدۂ فرو می چکد بہ بزرگانش دربلدہ سرہند اقامت داشتند و اکثرے از شرفا و روسائے آں ضلع بخدمت ایشاں استفاضہ معنی می کردند چوں والد شریفش بہ دار الخلافت رسید حمید الدین خاں کہ ملقب بہ نیمچہ بود صبیہ خود را بر آں بزرگوار نامزد کرد۔ ایں معنی را موجب افتخار خویش دانستہ۔ بالفعل خاں موصوف بہ منصب ہزار و پانصد سرفرازی دارد و پیش ہم چشماں خود معزز و موقر است حق تعالیٰ سلامتش دارد (مخزن نکات ص ۴۹)

۲۔ انعام اللہ خاں یقین شہنشاہ قلمرو سخندانی و یوسف کنعان معانی است۔ طوطی شکر مقال از گلستان ہند برنخواستہ کہ بر آں عندلیب ہزار داستان سخن بہ تماشائے گرائید و شہسوارے چابک خرام از رایضان دکن پیدا نہ شدہ کہ قصب السبق از اں فارس میدان خوش تلاشی بر باید۔ بسیارے از شکر مقالان متین خیال پرہ ہم صفیری او برداشتند، آخر پشت دست بزمین نارسائی بگزاشتند و اکثر از نازک خیالان شیریں مقالی بہ مقابلہ او برخاستند، آخر از قصور بگوش مالی خود پرداختند از دست۔

یقیں تائید حق سے شعر کے میداں کا رستم ہے مقابل آج اس کے کون آ سکتا ہے کیا قدرت
آں عندلیب گلکش دم از عصائے ہمدمی عیسیٰ می زند۔ و مزاج عالیش معانی نازک

ولہ

نہ مرتا میں اگر صدقے ترے جانے کے کام آتا　　گر نہ ناز کا تھا گالیاں کھانے کے کام آتا

(بقیہ گذشتہ) می گزیند۔ ہر قطرہ کہ از سحاب خامہ اش بچکید۔ لالی گرانبہا شد۔ و ہر سطرے کہ از و سر زد فرحت عطا کن جانہاست۔ معنی آفرینان ایں زماں از نام تضمین کلامش گرم بازاری می دارند و خوش تلاشان ایں عصر از اصغائے نام نامیش دست بگوش می گذارند۔ چنانچہ می گوید۔

حق کو یقین کے یارو برباد مت دو آخر　　تم نے سخن کی طرز یں اس سے اڑائیاں ہیں

عزیزے می گوید۔ رباعی

جس طرح سے لاتے ہیں مضامین متین　　اشعار میں ریختہ کے سودا و یقین
ایسا کوئی نیں ہند میں ہر چند کہ ہیں　　سجاد و کلیم و میر و درد و تمکین

اگرچہ یقین است کہ مرزا سودا در غزل و رباعی و مخمس و مثنوی و قصیدہ و قطعہ بند وغیرہ اشعار ریختہ رتبہ رفیع می دارد و عالی تلاشش فراوان می نماید لیکن در ریختہ یقین فصاحت و ملاحت دیگر است۔ مولفہ

اگر ہزار برس تک یہ میرزا سودا　　کرے جو فکر تتبع یقین کا از دل و جاں
کہے گا معنی باریک و خوب شیریں تر　　ولے نزاکت و یہ لطف و یہ قبول کہاں

الحاصل یقین یکتائے عصر و یگانہ زمانہ است۔ چشم روزگار چنیں معنی آفرینی نکتہ رس ندیدہ و گوش سپہر دوار مثل ایں والا منشی آتش دم نشنیدہ۔ سخن سرایان دانا گو ہر و آتش زبانان گرامی قدر مصرع طبع زادش را چوں نہال مصرع قامت

یہ کوہ طور سرمہ ہو گیا سارا ہی کیا کہئے — کوئی پتھر بھی بچ رہتا تو دیوانے کے کام آتا
بتاں خون کر کے میر سب لگے آپس میں مل کہنے — یہ کافر جیوتا رہتا تو بت خانے کے کام آتا
اڑا دی اس ہوا نے مشت خاک میکشاں ناحق — غبار ان کا اگر رہتا تو پیمانے کے کام آتا
لیا گھیر ان یقین نے عشق کا آتشکدہ سارا — کوئی شعلہ جو بچ رہتا تو پروانے کے کام آتا

خوباں بہ دل جا می دہند و بیت نقش لب گلکش را چوں بیت ابرو بر چشم می نہند۔ فی الواقع اگر آں سحر پرداز دعوی اعجازی کرد سخن سازان را بجز ایمان آوردن چارہ نبود و ایں آیہ گراں مایہ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" زنگ شبہ از آئینہ دل میزدود۔ و گلشن جاوید بہار انش از آبیاری میرزا مظہر طراوتے پذیرفتہ و ایں طوطی شکر مقال شکر بیانی از آں عندلیب نغمہ خواں چمن معانی گرفتہ است و اکثر جا میرزا را از راہ استادی یاد می کند و حق شاگردی خود بزبان می آرد۔

جیوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقین — حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

نیز در جائے می نوید

سایہ بے شخص ٹھہرتا نہیں کہتا ہے یقین — آپ سے مجھ کو جدا حضرت مظہر نہ کرو

میرزا مظہر جان جاں چوں ہیرب گفتاری یقین بایں درجہ دید باریختہاے کہ پیش ازیں سرزد طبعے میرزا شدہ اکتفا کردہ از شعر ریختہ دست کشید۔

حاکم بیگ خاں روزے باحقیر نقل می فرمود کہ انعام اللہ خاں یقین را در سنہ تسع و ستین و مائہ والف ملاقات نمودم بیرد خوبے متواضع بہ نظر رسید اشعار خود بسیار خواند و استعمال تریاک باوجود صغیر سنی کہ سی (۳۰) نخواہد بود بحدے داشت کہ تمام رنگ و پشت رنگ کہربا گرفت بعد انتقالش اکثر اشخاص و رہمہ سند شہرت واد ندو گفتند کہ ایں یوسف مصر سخندانی چوں یافتہ اخوان است بل مقتول بعقوبات است انتہی مقالہ بنابراں از خاطر راقم السطور تاریخ وفات یقین چنیں برخاست

(۱۹) احسن

احسن اللہ تخلص عجب ریختہ ایہام تصنیف نمودہ لطف خاص دارد بلکہ عدیم المثال توان گفت۔

صبا کہیو اگر جانا ہے تو اس یار دلبر سوں — کہ کر کر قول پرسوں کا گئے برسوں ہوئے پرسوں

یو قاصد وعدہ کرتا ہے گا پرسوں کا کہ پھر آوں — کبوتر ہی نہیں آیا گلی اسکے سیتی برسوں

ترے کچھ بھی نہیں اے شوخ اتی کیا ہی ترسالی — ترے دیدار بن میں دیدۂ ترسوں گھڑا ترسوں

نئی ہے یہ مجھکو نت نیا سودا ہی آ ظالم — عجب ہے پھر کے کہ یو تیل نکالے مرچ سوں

بقیہ حاشیہ گذشتہ

شاعر نازک سخن و خوش خیال — کرد سفر جانب ملک عدم

سال وصالش خرد نکتہ سنج — گفت یقین رفت بسوے عدم

. . . . . . الحاصل پدر یقین اظہر الدین خاں بہادر مبارک جنگ از ارکان شاہجہاں بادشاہ ست نبیرہ شیخ مجدد الف ثانی و نبیرہ نواب حمید الدین خاں مرحوم میشود۔ گل گشت بوستانش طبع را استہزازے وانبساطے بخشد۔ چمنستان شعرا صفحہ ۱۶۱

۱۔ میاں احسن اللہ مردے بود معاصر میاں آبرو۔ طبعش بسیار مائل بہ ایہام بود۔ زین جہت شعراو بے رتبہ ماند دیگر احوالش معلوم من نیست (نکات الشعرا ص ۲۸)

۲۔ احسن اللہ بہ آبرو ہم طرح بودہ و در سخن تلاش معنی تازہ نمودہ شعر را بہ طرز ایہام می گفت و در معنی بہ رشتہ فکرت می سفت۔ سالے چند زیں بیش چشم از نظارہ دنیا پوشیدہ سر در نقاب خاک کشیدہ (تذکرہ گردیزی قلمی)

عجب نیں ابر گر جلتوں کو تو بل سیں جلا جاوے ‏ ‏ گیا ہے یار میرے برسوں تو کہتا ہے میرے لب

زلف تیری معنبر ہے عطر فتنے سیتی تر ہے ‏ ‏ الٰہی آبرو رکھے پڑا ہے کام ابتر سوں

غزل اب احسن اللہ اس طرح تجھ سے بن آئی ہے ‏ ‏ جواب ابرو کب لا سکے مضمون اتر سوں

(۳۰) زانی

از قوم افاغنہ شیر خاں نامی باشندۂ دار السرور برہان پور تکیہ در زین آباد دار و تخلص زانی قرار دادہ بود۔ نہ فی الحقیقت بلکہ تمام عمر خود کہ یک صد و دہ سالگی عمرش وفا کردہ بود گاہے نزدیکی زنان نہ داشت تا بہ زنا چہ رسد طبعش راغب ہجو۔ تمام دیوان در ہجویات گفتہ است۔ اگرچہ آوردن چنیں اشعار قبیح مناسب نہ داشت لیکن رنگینی طبعش ملیح و مستحسن متصور افتاد۔ وقت رحلت طرفہ ریختہ حسب حال تصنیف نمودہ از دست ریختہ۔

۳۔ احسن اللہ معاصر میاں مضمون و آبرو بود۔ بہ روبیہ شعرا ایہام تلاش نقط تازہ و ایہام می کرد اما از غایت ہجوم الفاظ ہنی شعرش کمتر بہ نظر می آید (مخزن نکات ص۲۲)

۴۔ احسن اللہ احسن در ریختہ سنجی یگانہ روزگار و صاحب تلاش معنی پرکار است۔ از بسکہ طوطی طبعش شکر ایہام می ریزد از صفائی مرات اظہار می گریزد و در عصر آبرو ظاہرا عرصہ زندگی بر سر می داشت و خود را در موزونان ہم عصر مغرز می پنداشت۔ بنان کلکش لالی معانی می افشاند و مشاطہ طبعش عروس سخن را بوجہ احسن بر کرسی رنگینی می نشاند۔ (چمنستان شعرا ص۲)

پیر خاں زانی تخلص متوطن خجستہ بنیاد است از چندسے در برہان پور بسر می برد۔ می گوید کہ

دو ہاتھ دھر کے نفس پہ لاچار ہو چلے ....دکھا کے یار کو اغیار ہو چلے
دولہ بنا کے آپ کو تخت رواں اوپر کاندھے پہ چار شخص کے اسوار ہو چلے
سر سہرا اندھا کے براتی لئے ہیں ساتھ کرنے نکاح گور سیں اسوار ہو چلے
تھی بھیڑ بھاڑ منزل اول تلک بہت آگے غریب و بیکس و بیمار ہو چلے
ہے کون آس پاس کسی کو خبر نہیں لاچار سر و بجانت یک بار ہو چلے
عف عف سگوں کی سنکے جفائے رقیب دیکھ دلبر کے دست جور سیں بیزار ہو چلے
چلنے سیں جس طرف کے....خوف سیں ....لے ہاتھ صاحب تلوار ہو چلے
دو چار دن کی لذت دنیا کے واسطے اندر عذاب اللہ کے گرفتار ہو چلے
زاری امید عفو ہے پروردگار سیں بخشے گا ان کو جو کہ گنہگار ہو چلے

اعظم (۲۱)

سید اعظم تخلص اعظم، برہان پوری، مرد شیریں سخن و سخنور است از او دست رفت

دل شمع من گل ہو جلانا مزہ جانا معشوق کے اسرار چھپانا مزہ جانا
تجھ زلف سیہ تاب میں اس تک کے کنول آپ ظلمات میں جیوں خضر نے آنا مزہ جانا

ازاد نہ می زیست و شعر ہزل بطور خود می گفت و بسیار مردمان بزرگ را ہجو نمودہ و علم دوست خود دیوان جمع نہ کرد و گر یاران مجلس او دریں جہد کردند قریب دو ہزار بیت دیوانے فراہم آمد چنانچہ بہ وقت تحریر این تالیف بہ نظر رسیدہ دل نخواست کہ بہ مطالعہ رو گرداند وازاں اشعار چیدہ و انتخاب نماید (چمنستان شعرا)

کعبہ کی عبادت میں حلاوت نہیں پایا محراب میں تجہ بھوں کی دوگانا مزہ جانا

قایم (۲۲)

قایم میر محمد قایم باشندۂ برہان پورا، خوش فکر و بدیہ گو بود و یک بیت نا ہمائے ہشت بازی گنجیفہ لبستہ و اکثر شعرہا می گفت از اوست۔

تاج و سفید و سرخ غلاموں کی لے قماش شمشیر جس کے جنگ برات اسکے ہاتھ ہے

ولہٗ

بات پاناہے بے قراری کی چوں نہ بولوں کہتا پیاری کی
پان کی نوک سے تنبولن تو مت بتا او چھریں کٹاری کی
لب و دنداں وپر ترے اے لال صدف دل نے درنثاری کی
آسماں جا چھپے ہیں مہر و وفا لیک ہے تیری کناری کی
رات دن کے ورق پھرا قائم چرخ میں جگ سیں حلیہ کاری کی

کامل (۲۳)

سید محمد کامل برہان پوری طبع عالی داشت وتمام عمر خود را در گفتن مدح و مرثیہ حضرات صرف نمودہ دیگر شعر اصلاً و مطلقاً گاہے قصداً وعمداً بزبانش نہ رفتہ سبحان اللہ چہ سعادت مندی او بہ تحریر قلم آید۔ چند مطلع مرثیہ ہائیش نوشتہ می شود از شعر اوست۔

اے فلک کس کے سبب تیں ساماں ہتی تو اے زمیں خاک بسر کیوں کھولی حیران ہتی تو

اے سحر کس کے الم چاک گریباں ہے تو   اے صبا کس کی جہت آج پریشاں ہے تو

یا یہ مطلع دیگر از مرثیہ گفتہ اوست، شاید ہمچو مضمون ہیچ کس از شعرا نہ یافتہ باشد و نخواہد یافت، ایں ست

قیامت انتقام آل احمد دیر کھینچا ہے   فلک پر مضطرب ہو ماہ تو شمشیر کھینچا ہے

و اکثر اعزہ کہ متصدع اوقات میر تمکو برائے گفتن ریختہ می شدند حسب ضرورت ریختہ گفتہ می داد لیکن رسوخ و اعتقادے کہ داشت از ہر شعر شش مظہر است۔ و در ہر مقطع قطع سخن کردہ۔ ریختہ از اوست۔

رہتا ہے خط رخ شہ خوباں کے آس پاس   جیوں فوج مور تخت سلیماں کے آس پاس

آسودگی کی شام غریباں دیکھیں محال   جاناں اگر ہے زلف پریشاں کے آس پاس

دست گدا کو بار کہاں گرد کی منن   نغزی بسی ہے آ تیرے دامن کے آس پاس

کھٹکے ہیں خار در دل بیمار ہجر میں   مژگاں نہیں ہی دیدۂ حیراں کے آس پاس

کارو نے جب سے گلشن کا تب کو دی طرب   پھرتا ہے دل جو سوز دبستاں کے آس پاس

حاشا نہ آیا ہے فلک سے ہوا کوئی   دانا اگر ہے مت پھرے دوراں کے آس پاس

کامل اگر خیال طواف حرم ہے تو   قرباں ہو درگہ شہ مرداں کے آس پاس

ابدال (۲۴)

مرزا ابدال بیگ۔۔ مغل زاد، از نجبائے ولایت، باشندۂ برہان پور داند مدتے در رفاقت احقر بستند۔ کم گو و کم ملاقات اکثر اوقات کہ خطوط بجانب دوستاں تحریر می نمایند نظم ہندی بسیار مطبوع و ریختہ ہم می گویند شعر صاف بطرز متقدمین است۔

دل جب سیتی تجھ عشق میں مجھ سے جدا ہوا | بھڑکا جلا، ہوا نہیں معلوم کیا ہوا
کیا بے وفا ہے دل کہ تری یک نگاہ سیں | بیگانہ ہو کے مجھ سے ترا آشنا ہوا
کوچے سے آہ آج پری رو کے دل مرا | آیا نہیں ہے پھر کے اسے کیا بلا ہوا
سینے میں آہ دل ہے طپش اشک چشم میں | شہر لے عاشقی کا مرے جا بجا ہوا
غمزہ سیں مارتا ہے جلاتا ہے ناز سیں | کیا ملک حسن کا صنما تو خدا ہوا
کیا مہربان تھا جبکہ نہ تھا عشق اثر کا | اب بھوں چڑھا ہلال من کم نما ہوا
آبہ آں عکس یار ہے دل میں جدھاں ستی | درپن تمن تدھاں سے ترا دل صفا ہو

فضلی (۲۵)

شاہ فضل اللہ درویش متوکل صاحب کمال در بلدہ اورنگ آباد خجستہ بنیاد اقامت داشت۔ شعر ذو معنی اکثر می گفت۔ چند فرد از اوست

۱۔ فضلی راست، مثنوی ایں ہم یک نظر دیدہ ام۔ شاعر خوبے بنود۔ نکات الشعرا ص۱۰۱
۲۔ شاہ فضلی دکھنی طبع بلند و فکر ارجمند دارد (تذکرہ گردیزی قلمی)
۳۔ افضل الدین خاں فضلی تخلص بجمیع فضایل انسانی مشہور است بہ تخصیص در شیوہ سخن سرائی ممتاز۔ روزگار خود بود۔ مرزا ابوطالب می گفت کہ ایں عزیز بہ فرمایش شخصے در تعریف حسن شاہزادہ مثنوی بالتعدد شعرہا ایں ہمہ نازکی و پرکاری موزوں کردہ است کہ او در دم آں دیار نرگس آسا بر میا فرق دیدہ قلمی می سازند و از شہرے بہ شہرے می برند در حقیقت دو سہ جار بیتش کہ وزاں جملہ مخل سوامع اہل ہند است خالی از حسن و لطافت نیست
(تحفۃ ن نکات ص۱)

تری عمدار تیغ ابرو کو کوئی شمشیر پر تلے ملکے
لکھا ہے بو علی نے آب زر میں کہ سونے سے مسافر کو خطر ہے

۴۔ شاہ فضلی از اکابران عصر بود و گوے معنی از ہمسران می ربود اشعار ایہام بسیار می دارد (چمنستان شعراص ۳۸۴)

۵۔ شاہ فضل اللہ نقشبندی فضلی تخلص پسر سید عطاء اللہ اورنگ آبادی است۔ درویش صفا کیش و عارف کامل جمیع علوم بود مدتے در لشکر غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ مرحوم بوجب حکم حضرت سلطان القبول بود و ہمیں سبب بود کہ خان فیروز جنگ اکثر از قلت جمعیت بر بسیارے مقہوران فتح و ظفر می یافت نواب عضد الدولہ بہادر کلام اللہ خط مبارک حضرت امام رضا علیہ السلام کہ از کتابخانہ امیر الامراء حسین علی خاں یافتہ بود بہ ایشاں سپرد۔ الحال آں قرآن مجید در قلعہ دولت آباد و کن است کہ میاں محمدی پسرش ہم بہ نمو و آمنا محال درویش بہ چہرہ مبارک نورانی او ظاہر بود جامعیت داشت رسالہ "زاد راہ" در علم سلوک از و یادگار است قصہ "پدم بجھو کا" وقصہ "پریم لو کا" بزبان ہندی گفتہ و ایہام خوب دارد اشتہار یافتہ اند و در فارسی و ہندی نیز اشعار او صاف و شیریں است (تحفۃ الشعراء قلمی)

۶۔ فضلی دکھنی افضل الدین خاں از قدماست در تعریف یکے از شاہزادہائے دکھنی مثنوی بہ محاورہ دکھنی گفتہ (گلزار ابراہیم قلمی)

مخزن نکات اور گلزار ابراہیم کے بیانات مشتبہ ہیں۔ دونوں نے جس مثنوی کا ذکر کیا ہے اس کا صرف ایک شعر دونوں تذکروں میں نقل کیا گیا ہے۔ دوسرے تذکروں میں یہ شعر قطعاً نہیں نیز گلزار ابراہیم میں ایک شاعر فضل کا حال یوں لکھا ہے "فضل دکھنی شاہ فضل علی معاصر شاہ نجم الدین آبرو بود" اس سے یہ شبہ زیادہ قوی ہو جاتا ہے (س س۔م)

(۲۶) داود

مرزا داود بیگ مغل زا باشندۂ خجستہ بنیاد اورنگ آباد - اگرچہ بر کتاب صرف و نحو وغیرہ عبورے نہ داشت لیکن در کلام او لغزشے ظاہر نیست - عزیز خوش طبع و خوش فکر اکثر تازہ مضمون طرح نمودہ - معاصر شاہ سراج بود در ایام خورد سالی پیشہ کار چوبی اختیار نمودہ لیکن بعد ازاں بہ فکر رسا وحید دہر گشتہ بلکہ در محفل شمع وار داعیہ سر بلند داشت و بہ شعلہ فکر پروانہ دلہامی سوخت، سراج را مثال چراغ بے نور می انگاشت - روزے یک بیت بہ خطاب شاہ سراج از شبستان خاطرش سرزد ایں ست

چرب زبانی نہ کر بزم سخن میں سراج
تیغ سیں گل گیر کی ورنہ کٹے گا سراج

چوں شرار ایں بیت بہ پردہ گوش شاہ سراج رسید بے اختیار از سوختگی

۱- مرزا داؤد داود تخلص می کند - شاگرد سید صاحب (سید عبد الولی عزلت) است ایں قدر ہم از زبان سید صاحب بہ تحقیق رسیدہ - اللہ اعلم - بارے مصرع را درست موزوں می کند - (نکات الشعراء ۱۱۱)

۲- مرزا داود - داود تخلص شاعریست ادا بند و موجد خیالات ارجمند شکر بیانی از سخنش پیدا و خوش الحانی از نامش ہویدا است - در ریختہ اکثر تتبع ولی می نماید و می گوید - سند یوں ہے تجھے مصرع ولی داؤد - کہ تجھکو شور قیامت ہے بے نیاز کیا فقیر جائے می نویسد -

آہے کشیدہ واز زبان برآوردہ

نہ بھول کسب قدیمی کو اپنے لئے مرزا
وگر نہ بچہ کہیں کارچوب ہو ویگا

(۴۷) عاجز

عارف الدین خاں عاجز تخلص عرف میرزائی اکثر اوقات خود اوایل بہ تجارت مصروف داشتند مبلغے در سفر گجرات کہ طریق قرض بہ فخر الدولہ ناظم آں ملک معاونت نمودند۔ از ہنگامہ اشقیا مقدمہ دولت برہم خوردہ زر ایشاں نیز رایگاں رفت۔ دست از وے برداشتہ بہ خجستہ بنیاد آمدند خیلے سریع الفکر و بدیہ گو و ہر سخن کہ از ایشاں سرزد میشود مربوط و ذوالمعنی و در گفتن تاریخ عدیم المثال معہذا طبع ایشاں بہ اظہار سخن

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر — تجھ طبع میں داؤد دلی کا اثر آیا

بزبانی مرزا جمال اللہ عشق تخلص کہ خلف الصدق او می شود معلوم شد کہ میرزا داؤد در سنہ سبع وخمسین ومایۃ والف وفات یافت۔ راقم سطور می گوید تاریخ

بلبل گلزار معنی طوطی رنگیں بیاں — از غم آباد جہاں بگذشت چوں تیر از کماں

مصرع تاریخ خوش گفت از من ہاتفے — "کہ برفتہ میرزا داؤد از فانی جہاں"

دیوانش قریب پانصد بیت بہ نظر در آمد (چمنستان شعراص ۸۷) قلمی

۴۔ داؤد تخلص، شمس داود بیگ از موزونان عہد محمد شاہ فردوس آرامگاہ بود اکثر [illegible]

اصلاً و مطلقاً نہ بلکہ احدے را از اشعار خود مطالع نمودند تا بہ نوشت و خواند چہ رسد از انجا کہ ایں احقر بہ ایشاں محبت تمام دارد و ہم سخن گوئی بہ برکت فیض ایشاں اکثر قصاید بے نقط و غیرہ معہ غزلیات دیوان فارسی ترتیب دادہ و اشعار متفرقہ ہندی نیز بہ دستور معروف جمع نمودہ دیوان ہندی ایشاں مرتب ساختہ۔ طرفہ دیوانے مرقوم گردانیدہ اکثر ریختہ ہائے صنایع مشکل و بحر و نحر

۱۔ عارف علی خاں عاجز تخلص۔ دہ دوازدہ سال شدہ باشد کہ در شاہجہان آباد تشریف داشت بندہ شعر او شنیدہ بودم از چندیں بہ سمت دکن رفتہ اکنوں از زبان سید مذکور (عزلت) بروضوح می پیوندد کہ در برہان پور است دیگر بر حسب و نسبش اطلاع ندارم زبانش بہ زبان اوباشان است اکثر ریختہ در بحر کبت می گوید (نکات الشعراء ص۱۰۲)

۲۔ عارف علی خاں عاجز ریختہ را ہمواری گوید و در ریختہ بنیاد می گذراند (گردیزی)

۳۔ عارف الدین خاں عاجز پہلوان شہ زور سخنوری و رستم یلع شور معنی پروری نہنگ دریائے شیریں مقالی ضیغم نیستان رنگیں خیالی۔ شاعریست زبردست و معنی آفرینیست صاحب قدرت زمین ہائے تنگ الخ ریختہ طرح می کند و قوافی تازہ و دلچسپ بکار می برد۔ و ہیچ جا عاجز می ماند چنانچہ خود می گوید

کہتے ہیں سنگلاخ زمینوں میں ہم تو شعر پاتا ہماری شوخی معنی کو ہے بکث

روزے در حیدرآباد با فقیر ملاقات کہ ملاقات اول ہموں بود دست داد و اشعار خود بسیار خواند۔ گفتم کہ با وصف غلبت تخلص عجز (عاجز را) از بہر چیست کا تکلہ غالب می شد فرمود کہ در ظلمات انکسار آب حیات علیت موجود است و ایں بیت مرزا غنی علیہ الرحمہ خواند

وچار بحر بیف و نشر مرتب از دیوان مذکور معلوم خواہد گردید بالفعل ریختہ چند
ازاں بہ تحریر قلم می آید۔

عرق جب اس پری کے چہرۂ پُر نور سیں ٹپکے
خجل ہو گل سیں شبنم جیوں ہزاروں سیں ٹپکے

اگر اس زلف مشک آمیز سیں عینی میں بال آوے
عجب نیں عطر عنبر کاسہ فغفور سیں ٹپکے

مری آنکھوں سیں یوں خونیں اشک اس کے غم میں گرتے ہیں
لہو سولی کے اوپر جیوں سر منصور سیں ٹپکے

اگر کیف سخن میرا نہاں تاک کو پہنچے
جراحی شاخ ہو جاے شراب انگور سیں ٹپکے

بھروں جب آہ کا دم اپنے گلگوں پوش پر جا کر
دم اسرافیل کا لو ہو ہو بانگ نشور سیں ٹپکے

ولہ

خوش زلفوں کے غم میں گلدام داغوں سین دل بن گیا میرا مور و ل کی مانند
سینہ میں آہوں سکے کے رشتے لپٹے ہیں میرے کالی کمند و ل کی مانند
د ل لالہ رویوں کے غم کی ضیافت کو جب سے پھولا ہے دم بخیت ہوہو
ہر دم ہزار دل بہی داغوں کے قرصوں کو چپتا ہوں سینہ میں تو روں کی مانند

افتادگی ز خاک بر آورد دانہ را
گردن کشی بہ خاک نشاند نشانہ را

اکثر اشعارش چہ از فارسی وچہ از ریختہ بنا بر بے پروائی او تلف شدند
وکسانیکہ ہر چہ بہ زبانی او شنیدہ بہ صفحہ قرطاس نوشتند باقی ماندند ورنہ او دماغ
تحریر مسودات خود نمی دارد وطبع زاد خویش را نزد سامعان یاد می خواند۔ بلا شائبہ ریب
در شعر ریختہ میرزا بیدل وقت است۔ در بحر جو لنہ وکبت واشلوک و دیگر
ابجملہ تازہ ریختہ ہائے متعدد دوار د دمی گوید کہ ع بہ دستم ہر چہ آید می نوازم۔

ولہ

فلک سرکش ہوا اس بارِ غم سیں چرخ کھا دوہرا
رہیگا تا قیامت میں ہمارِ درد کا شہرا

لکھوں زہرہ جبین کے گال کی ذرہ اگر خوبی
کروں میں صفحۂ خورشید پر یاقوت سیں ہیرا

لکھوں کیا خوبیاں وہ حسنِ عالمتاب کی عاجز
وہ رشکِ مہر کی روشن جبیں سیں ہوگیا ہیرا

ولہ

بغیر از وہ لبِ شیریں مجھے خوش نہیں شکر پارے
حلاوت فہم دل کہتا ہے میٹھے جا کہیں سب کنارے

وہ گلرو کے لگا یا عنبریں زلفوں کے مالی نے
گلستانِ دل کے چشموں میں گل شبنم کے فوارے

طبیب اٹھ جا سرہانے سیں علاج اب ہو چکا میرا
جہاں میں کہیں بھی جیتے ہیں دوانے زلف کے مارے

ہیچ آتش زبانے در دکن نیست کہ با مقابلہ برخیزد و کسے چرب بیانے درین مرز و بوم نیست کہ پیش او شورے برانگیزد۔ موزونان این سرزمین بیدست شدہ بہ نالش از چشم گوش می گیرند و فصیحان این جا بدہن بستن خود از پا افتادہ خط بر بینی می کشند۔ مورخ بے بدل است قصہ "لعل و گوہر" جلد پانصد بیت بہ نظر در آمد گو اہر گرانبہائے معانی تازہ مرصع نمودہ ..... دیوان ریختہ ایش کہ جلد یک ہزار بیت کسرے زیادہ است بہ نظر در آمد

(چمنستان شعرا ۴۶۳)

۴۔ عارف الدین خاں عرف میرزا لے عاجز تخلص اورنگ آبادی بلخی الاصل است پدرش در زمان سلطنت عالمگیر بادشاہ از بلخ بہ ہندوستان آمد غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ بہ منصب سرافراز گردانیدہ با خود داشت بعد از آنکہ پدرش وفات کرد خان مشار الیہ صغیر بود از انجا کہ ز حضرت کریم و رحیم بندہ ہائے خود را ضایع نہ می گذارد بہ فضل عمیم از فہم و دانش بہرۂ وافر بخشید چوں بہ سن تمیز رسید

خدا جانے دوانا دل کدھر جا بار رہا میرا — صبح سیں شام لگ آہوں کے دوڑاتا ہوں ہرکارے
ملا لے دل کو میرے پھر گویا وہ جانتے کچھ نہیں — جہاں میں کم ہوینگے تم سری جان عیارے
رسید پہنچیا دو شاہ حسن کوں جلدی سے جاں ہووے — لے ٹانڈا اشک کا اے دل تو سودائی بنجارے
بجھایا دلبر جانی کہ آخر ابر رحمت نے — رقیبوں نے پنٹ دھکاوے تھے غم کے انگارے
ہووے وہ من ہرن کے من سے چھیتوں سے نیٹ عاجز — جنھوں نے بارہا جا دشت میں شیروں کو للکارے
شب اس مہتاب رو کوں دیکھ کر عاجز عرق افشاں — کلیجہ پھٹ گیا مہتاب کا گننے لگا تارے

بہ دستگیری و عنایت نواب سید لشکر خاں بہادر نصرت جنگ صوبہ دار اورنگ آباد به عطائے منصب و خطاب خانی سرافراز گردیده به جاگیر قلیلے اوقات بسری برد. در روزہا بخدمت بخشی گری رسالہ سواراں کہ نواب نامدار مذکور سربلند فرمود. سرگرم خدمت و مستعد جاں نثاریست. نشہ شجاعت ہم دارد. و با فقیر حقیر از طفولیت ہمدم و یکدل است. از روئے اشفاق بدیدن احقر تشریف ارزانی می فرماید. در کوتوال پورہ بلدہ اورنگ آباد احقر العباد مکانے ساختہ روزے قدم رنجہ داشتہ بود فقیر از راہ شوخی جرات نمود کہ دعوائے تاریخ گوئی دارند تاریخ ایں مکان ہمیں زماں بدیہہ بر زبان آرند تبسمے کرد و گفت چہ صلہ خواہند داد. گفتم ہر چہ بخواہند. لمحہ سر در گریبان فرو برد بخود وجد نمود دریں قطعہ تاریخ بدیہہ فرمود۔

منزل عیش بہ از چار محل — کرد بنیاد چو مرزا افضل
گفت تاریخ بنایش ہاتف — منزل جاہ و مکان افضل

فہم عالی دارد بہ طبع رسا در اشعار فارسی و ریختہ ہندی از نازک خیالان است و تاریخ گوئی سلیقہ کامل دیوان فارسی و ریختہ ترتیب دادہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

رسا (۲۸)

ابوالحسن رسا تخلص فکر رسا داشت مسکنش بالاپور متصل صوبہ ایرج پور مزارش نیز در بالاپور واقع است، صاحب دیوان و از رفقاے حفیظ الدین خاں بہادر بودہ اشعار اوست۔

بسکہ دل محو خیال چشم نرگس فام ہے ۔ ہر طرف مد نظر موج گل بادام ہے
بلبلیں شعلے پہ جھڑ مارتے ہیں جوں پتنگ ۔ بے مروت بے وفا نامہرباں خودکام ہے
حاجت جال و قفس اے پر جفا صیاد میں ۔ رشتہ تدنگہ مجھ ناتواں کا دام ہے
التجائے ساغر سرشار ساقی میں رسا ۔ ہر نگاہ مست اسکی مد بھرا اک جام ہے

ولہ

مکھ سیں دلبر کے وا نقاب کرو ۔ حسن کو اسکے بے حجاب کرو
ذوق پا بوس ہے اگر دل میں ۔ حلقہ چشم کو رکاب کرو
جام مے کی موہن کو خواہش ہے ۔ دل کو سر کے لے جا کباب کرو
طبع میری بلند ہے یارو ۔ ہے بجا گر رسا خطاب کرو

وفا (۲۹)

آقا محمد امین وفا تخلص خلف الصدق حکیم محمد تقی خاں متوطن ایرج پور اہل صفا و در اخلاص ہا پر وفا صاحب طبع بودہ است از اوست۔

عجب میں تجھ طرف اے دلربا عاشق کے ہیں پھیرے ۔ دل و جاں چشم و گوش و ہوش نسبت محو ہیں میرے
اگیگا سبزۂ خط آبداری سیں تری مکھ کی ۔ نہیں تن میں جو دانہ ہاے خال پھیپھڑے میں

وفا یک زلف میں کئی طائر دل کے بسیرے ہیں ... دسے جیوں آشیاں ہر حلقہ جعد معنبر ہو

ولہ

دو جہاں کو ترک کر اک دلربا کے واسطے ... اب خودی سیں باز آ اے دل خدا کے واسطے
گھیر سے جامہ کے ہوں ہیں بند گھیرے میں صبا ... دل کی گھنڈی بن کے میں تیری قبا کے واسطے
بل گئے بلدار چہرہ پر ترے عاشق کے دل ... پیچ میں ہم کو لپٹا کس خطا کے واسطے
سرخروی ہو مجھے تا دستگیری سیں تری ... خوں مرا پامال کر رنگ حنا کے واسطے
محضر دل خاکساری سے قبولیں ہر وصل ... خاک رہ میں ہو رہا کس نقش پا کے واسطے
خال و خط نے یوں کی مجھ دل سیں نکالا ہے وصال ... تخم ریحاں کا کرو شربت دوا کے واسطے
نہ لگا خوبی کو اپنی بے وفائی کا کلنک ... مت وفا سے ترک کر ملنا خدا کے واسطے

ا۔ وفا شاعر نیست خوش گو (چمنستان شعرا ص ۱۱۳)

۲۔ اقا امین ایلچ پوری تخلص وفا پدرش حکیم محمد تقی خاں در عمل صوبہ داری امیر الامرا سید حسین علی خاں بہ امارت رسیدہ بہ عالم بقا رفت بعد فوت پدر کششِ تلاشش منصب جاگیر نکردہ در بلدہ ایلچ پور۔ صوبۂ برار ..... یافت وجہ بومیہ حکام انجا قانع و خورسند است بہ علم عربی و حدیث و فقہ آشنا است طبع نظم و نثر دارد در بلدہ ایلچ پور روضۂ منورہ کہ حضرت شاہ عبد الرحمان با علوشان است ہر سال عرس ایشان خلایق بسیار جمع می آیند روشنائی چراغاں بہ تکلف تمام می نمایند در تعریف چراغان فقرات نثر و ابیات نظم خوب گفتہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

عزلت

ہم دریں زمین شاہ عبد ولی سورتی کہ فضل و بلاغت و کمال ایشاں از تحریر و تقریر بیرون است، ریختہ پر مضمون و موزوں نمودہ و در ایام آصف جاہ نظام الملک بہ خجستہ بنیاد آمدہ۔ چندگاہ با نواب مرحوم ہم صحبت بودند۔ محاسن را می تراشیدند۔ ہیچ احدے از فضلا و علما نمی توانست

۱۔ سید عبد الولی سلمہ اللہ عزلت تخلص از سورت اند، خلف الصدق حضرت سید سعد اللہ قدس سرہٗ سورتی کہ مستبند عالمگیر بودند، درویش وضع عالم فاضل بزرگ متوکل مشق شعر فارسی ہم کردہ اند لیکن مزاج اوشان میلان ریختہ بسیار دارد تازہ وارد ہندوستان کہ عبارت از شاہجہاں آباد است شدہ اند نسبت تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیب کلام شان واضح می گردد کہ بہرہ بسیار از دردمندی دارند و با ایں ہمہ کمال ایں قدر وسعت مشرب بہم رسانیدہ اند کہ در ہر رنگ چوں آب امیزند با فقیر جوششہا می کنند۔ مرد با استقامت اند۔ خدا ایشاں را سلامت دارد (نکات الشعراء ص ۹۷)

۲۔ صاحب طرح والا فطرت حضرت سید عبد الولی عزلت پسر حضرت سید سعد اللہ قدس سرہ بہ تصفیہ ظاہر و باطن مجلی است و بہ دریافت کسبی و موہبی محلی۔ اصلش از ناموروہ بریلی است۔ و مولد و منشا داش سورت، کتب متداولہ عربیہ آموختہ است و از فارسی نیز بہرہ اندوختہ۔ خوش گو و خوش صحبت

کہ بہ بحث علم مقابل ایشاں دم زند۔ غرض ہمچو شخص را از جملہ مغتنمات زمانہ باید دانست۔ در محافل امرا معزز و مکرم اند۔ چند ریختہ ایشاں تملک قلم می شود۔

جل ہوا کاجل کس نین کی طوطیا کے واسطے
خوں ہوا کس کے ہاتھوں کی حنا کے واسطے

نیں مرا مجنوں لباسی لیک دست گرد باد
دامن و چولی ہیں سودا کی قبا کے واسطے

کسے است۔ خداش سلامت دارد۔ (تذکرہ گردیزی قلمی)

۳۔ عزلت میر عبدالولی نام، متوطن سورت، مردے فاضل و عالم۔ از نیاز حقیقت آگاہ شاہ عزیز اللہ سورتی است۔ باوجود آبادی ظاہر بہ تعمیر باطن مشغول است در عہد سلطنت مرزا احمد بہ دارالخلافت تشریف داشت شاعر دوستی در مزاج او بہ مرتبہ بود بلکہ برائے مناسبت ایں طایفہ گاہ گاہ خود ہم دو سہ بیت موزوں می کرد (مخزن نکات ص ۶۵)

۴۔ سید عبدالولی عزلت فرازندۂ سخنوری و سخندانی طرازندۂ بساط معنی پروری و شیریں بیانی جوہر مرات سخنہائے برجستہ فروغ شمع مضامین شستہ۔ مجلس آرائے بزم نکات رنگیں، انجمن پیرائے خیالات متین۔ ساقی شراب جادو مقالی جرعہ بخشش رحیق نازک خیالی۔ عندلیبے است ہزار داستان و طوطی است شکر بیان۔ سرو سیت از باغستان خیال و تدرو سیت از گوہرستان کمال۔ ضمیر صفا پذیرش جامے است جہاں نما و فکر سریع السیرش ماہتابے است آسمان پیما سخن رنگینش مرہم بخشش دلہائے حزیں معانی شیرینش مونس اشخاص غمگین ای

دیکھتا ہوں جمع کر خاطر پریشانی کی راہ — کر رہا ہوں کس کے کوچے کی صبا کے واسطے
اس عرق ریزاں ذقن کی چاہ کا ہوں میں مریض — سیب کا شربت ہے یہ میری دوا کے واسطے
نالہ کش تھا دل ہوا ناگہ خموش آیا ہے کون — چپ رہا سننے کو کس آواز پا کے واسطے
شور بلبل سن عدم کے خواب سیں جاگیں گے لوگ — مت وہر دو گل کو کسی کی قبر اوپر خدا کے واسطے

شعر فارسیش گوہریست آبدار و نظم ریختہ اش لولویست شاہوار۔ نکات رنگیں بہ یمن انفاس مسیحا ایش زندہ و خیالات شیرینش بر طبع چالاکش نازندہ۔ در مصوری قدرتے دارد کہ مانی و بہزاد پیش او مانند پیکر تصویر در ید حیرت می مانند در موسیقی و سنگیت دستے دارد کہ صاحب کمالان ایں فن تماشش دست بگوش می گذارند۔ در علم دوہرہ و کبت دریائے است مواج و بحریست متلاطم۔ شعر خوانی گلو سوزش جانے از سامعان می برد و سخن گوئی دل فروزش روح تازہ عطا می کند۔ میرزا صائب علیہ الرحمہ قبل ازیں چند سال در حق آں جناب می فرماید و صرف ولایت تصفیہ باطن را بایں حسن وجہ ادا می نماید

دریں زماں کہ عقیم است جملہ صحبتہا — کنارہ گیر و غنیمت شمار "عزلت" را"

راقم سطور ہرگاہ کہ بہ حیدرآباد رفت ربط از آں جناب پیدا کرد۔ چنانچہ ہر روز بلاناغہ بخدمت می رسید و آں جناب ہم اکثر گاہ بہ غریب خانہ قدم رنجہ می فرمودند۔ فقیر سوال (؟) بہ انعام آں جناب بہ دستخط نواب صلابت جنگ بہادر رسانیدہ بہ نظر انوار گذرانید۔ الحال سلسلہ ترسیل مراسلات از جانبین گرم است۔ کلیات ہمہ بیت چار دہ ہزار خواہد بود۔ کلیات ریختہ اش کہ قریب دو ہزار صد است مع قی نامہ کہ در جواب در دمند گفتہ و رباعیات دبار اماسی (. . . . .) و پہیلی ہا دیکھنے دیا

مبتدی اور منتہی کو بس ہے وحدت کی خبر — ہر دو عالم ہے خبر یک مبتدا کے واسطے
مثل عزلت باب عرفاں خود بخود تجھ پر کھلے — دل کو جیوں آئینہ روشن کر خدا کے واسطے

ولہ

میں وہ مجنوں ہوں کہ آباد نہ اجڑا سمجھوں — مشت خاک اپنی اڑا کر اسے صحرا سمجھوں
شعلہ ساں محو ہوں ان شعلہ قدوں کے اوپر — میں نہ جلنے کو ہی جانوں نہ تماشا سمجھوں

وجو لنہ کہ دراں نرگس تخلص می کند بہ نظر در آمد (چمنستان شعرا ص ۴۴۵)

۵۔ سید عبدالولی عزلت تخلص خلف سید سعداللہ درویش سورتی جامع اقسام فضایل است بلا قید مشرب دارد۔ ریش و بروت تراشیدہ بہ وضع رندان می باشد از فہم عالی اشعار فارسی و ہندی خوب می فرماید در علم حقایق و معارف بحر مواج است دیوانے ترتیب دادہ (تحفۃ الشعرا قلمی)

۶۔ سید عبدالولی عزلت ...... باوصف فضیلت اطوار و اقوالش خالی از سبکی و ہرزالی نہ بود۔ در زمان دولت نواب محمد علی وردی خان مہابت جنگ مغفور وارد مرشد آباد و مورد مہربانی نواب مذکور گردید و بعد انتقال نواب بہ دکہن رفت۔ اشعارش مدون بہ نظر این خاکسار در آمد (گلزار ابراہیم قلمی)

۷۔ عزلت میر عبدالولی بن سید سعداللہ سلونی سورتی کہ ترجمہ اش در فصل ثانی از ذو قرار ول گزارش یافت از مستعدان وقت است۔ کتب درسی نزد پدر والا گہر خواندہ و در معقولات حیثیتے خوب بہم رساندہ فقیر را بعد مراجعت از سفر بیت اللہ در بندر سورت ملاقات او اتفاق افتاد خوش صحبت است موسیقی ہندی خوب میداند۔ مشار الیہ با اشتیاق شہر شاہجہان آباد در حرکت آورد و از بندر سورت روانہ شدہ بعد از طے عرض راہ بتیم جمادی الاول سنہ اربع و ستین مائۃ و الف (۱۱۶۴ھ) واصل آن بلدۂ فاخرہ شد و تا وقت بہا جا ہست۔ منتخبے از دیوان خود برا مطالعہ فقیر در بندر سورت فرستادہ بود۔

علیہیات

۱ نکات الشعرا از میر تقی مطبوعہ انجمن ترقی اردو

۲ تذکرۂ فتح علی گردیزی قلمی

۳ مخزن نکات از قایم چاند پوری مطبوعہ انجمن ترقی اردو

۴ چمنستان شعرا از لچھمی نارائن شفیق ״

۵ گلزار ابراہیم از علی ابراہیم خاں خلیل قلمی

۶ تحفۃ الشعرا از ابراہیم بیگ قاقشال ״

۷ سرو آزاد از علامہ آزاد بلگرامی مطبوعہ

۹۱-۲۰
۹۲ھ

اشاریہ

الف

ب

پ

ت

ث

ح

ع

ف

ق

ک

گ

م